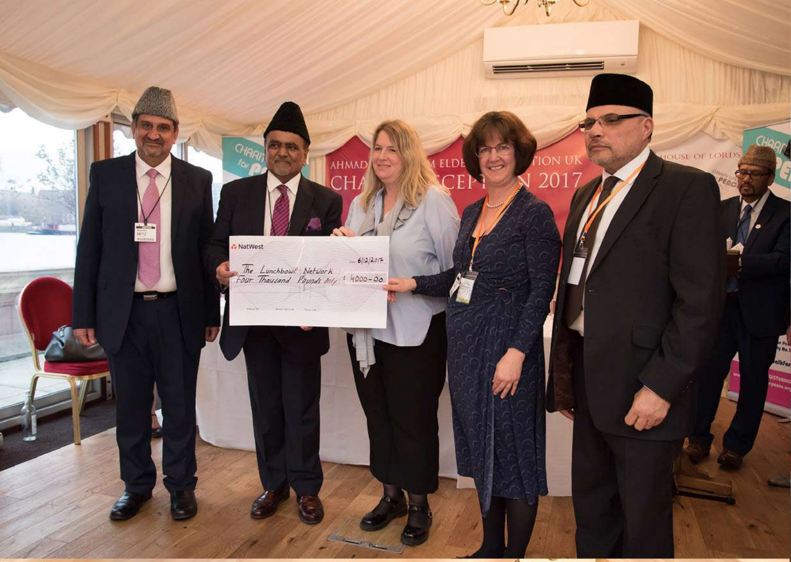
# انصارالدین

جلد ۱۴ نمبر ۶ نبوت فتح ہجری شمسی ۱۳۹۵ نومبرو دسمبر ۲۰۱۷

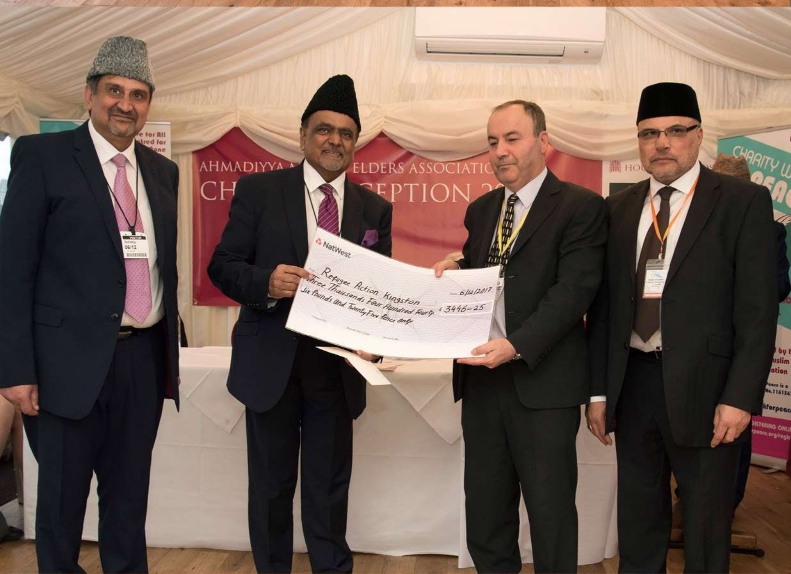


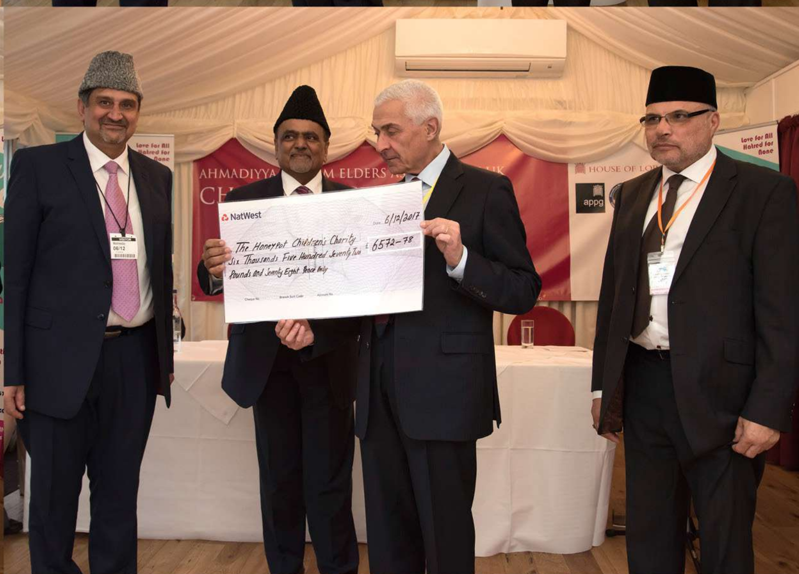

NatWest
The Lunchbowl Network
Four Thousand Pounds only
4000-00
HOUSE OF LORDS


NatWest
6/12/2017
The Lunchbowl Network
Four Thousand Pounds only
4000-00


AHMADIYYA MUSLIM ELDERS ASSOCIATION UK
CHARITY RECEPTION 2017
CHARITY WALK for PEACE
HOUSE OF LORDS
Love for All Hatred for None
POPPY APPEAL


NatWest
Royal British Legion
6/12/2017


NatWest
Refugee Action Kingston
6/12/2017


NatWest
The Honeypot Children's Charity
6/12/2017
6572-78


Love for All Hatred for None
CHARITY WALK for PEACE
NatWest
The Mill
6/12/2017
1549-29


CHARITY WALK for PEACE
Love for All Hatred for None
NatWest
6/12/2017
One Thousand Two Hundred Fifty Pounds
1250-00


2017


Majlis Ansarullah UK
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ
MAJLIS-E-SHURA
2017
And consult them in matters of administration; and when thou art determined, then put thy trust in Allah. Surely, Allah loves those who put their trust in Him.
9th & 10th December - Baitul Futuh


& 10th December - Baitul Futuh


Majlis Ansarullah UK
MAJLIS-E-SHURA
2017
And consult them in matters of administration; and when thou art determined, then put thy trust in Allah. Surely, Allah loves those who put their trust in Him.




7
10




13

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

# انصار الدین

جلد 14 نمبر 6 | مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ | نومبر و دسمبر 2017ء

## انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

## فہرست مضامین



تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟


صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن

قائد اشاعت: راجہ منیر احمد

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: صفدر حسین عباسی، حبیب الرّحمٰن غوری۔

مینیجر: نعیم گلزار

ڈیزائننگ: عامر احمد ملک

ترسیل: سعادت جان (انچارج)


"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

# درس القرآن

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۔

(النحل:126)

ترجمہ: اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا رب ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ تبلیغ حکمت سے کرو۔ حکمت کیا ہے؟ ہم عام معنی عقل و دانائی کے لیتے ہیں۔ سوچ سمجھ کے بات کرو۔ اس کے اَور بھی معنی ہیں جیسے علم۔ جس میں سائنس کا علم بھی ہے، دوسرے علم بھی ہیں۔ پھر انصاف اور برابری یہ بھی حکمت ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو دیکھ کر برداشت، حوصلہ اور ہمدردی دکھانا۔ اپنی بات میں پختہ ہونا۔ جو بھی بات کریں اس پہ پختہ یقین ہونا چاہئے۔ موقع اور محل کے لحاظ سے سچائی کا اظہار کرنا۔

پس اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کو مختلف لوگوں کے طبائع کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے تبلیغ کرنی ہوگی۔ ہر ایک کو ایک ہی طریقے سے پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا۔ کوئی پڑھا لکھا ہے۔ کوئی اپنے مذہب کے معاملے میں سخت ہے۔ کوئی سائنس کی دلیل چاہتا ہے۔ کوئی جذباتی طریق سے متأثر ہوتا ہے۔ کوئی اخلاق دیکھ کر متأثر ہوتا ہے۔ غرض کہ مختلف طریقے ہیں۔ پس جو علم اور سائنس سے متأثر ہونے والا ہے اسے ہمیں دلائل اور علم کی رو سے قائل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ جذبات وہاں کام نہیں آئیں گے۔ پس اس کے لئے اپنے علم میں بھی اضافہ کرنا چاہئے۔

جب انصاف اور برابری کو سامنے رکھتے ہوئے تبلیغ کرنی ہے تو پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ایسی باتیں نہ ہوں جن میں عدل نہ ہو اور ایسے اعتراض نہ ہوں جو مخالف موقع پا کر ہمیں لوٹائے۔ غیر مذہب والے ایسے ہی اعتراض اسلام پر کرتے رہے اور کرتے ہیں جو اُن پر بھی الٹ جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مسلمان آج جماعت احمدیہ پر ایسے ہی اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ایسے اعتراض کرتے ہیں جو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دوسرے انبیاء پر بھی پڑتے ہیں۔ تو بہرحال تبلیغ میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی بات نہ ہو جو انصاف سے عاری ہو۔

(جلسہ سالانہ جرمنی 2015ء کے اختتامی خطاب سے ماخوذ)

# حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شکرگزار مگر روزہ نہ رکھنے والا شخص قدر و منزلت میں روزہ رکھنے والے صابر کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت فضیل بن عمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا: اب کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: اب کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں۔ پھر تیسری بار پوچھنے پر اُس نے کہا: اچھا ہوں اور خدا کی تعریف اور شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہی میں چاہتا تھا (کہ تم کہو)۔ (الطبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلطان زمین میں خدا کا ظِلّ ہوتا ہے جس کے پاس اس کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں۔ پس اگر وہ عدل کرے تو اس کے لئے اجر مقرر ہے۔ جبکہ اُس کی رعایا پر شکر واجب ہے۔ اور اگر وہ ظلم و جور سے کام لے تو اس کا بوجھ اسی پر ہے، اس کی رعایا کو صبر ہی کرنا چاہئے۔ (مسند لبزار)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو دنیا (داری) میں اپنے سے کمتر کو اور دین (داری) میں اپنے سے بہتر کو دیکھتا ہے تو خدا اسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے مگر جو دنیا (داری) میں اپنے سے بہتر کو اور دین (داری) میں اپنے سے کمتر کو دیکھتا ہے تو خدا اسے صابر لکھتا ہے نہ شاکر۔

(جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سو جاتے ہو تو شیطان ہر ایک کے سر کے پیچھے گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے سوئے رہو ابھی رات لمبی ہے۔ جب کوئی اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرنے پر دوسری اور نماز پڑھنے پر تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور وہ خوشی اور پاکیزہ سانسوں کے ساتھ صبح کرتا ہے ورنہ گندی سانسوں اور سُستی کے ساتھ دن کا آغاز کرتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعة)

حضرت سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جو شخص صدق نیت سے شہادت کی تمنا کرے اللہ تعالیٰ اُسے شہداء کے زُمرہ میں شامل کرے گا خواہ اس کی وفات بستر پر ہی کیوں نہ ہو" (صحیح مسلم کتاب الإمارة)

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو اگر تمہارے سب اگلے پچھلے جنّ و اِنس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات مانگیں اور مَیں ہر ایک انسان کی حاجات کو پورا کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈال کر اس کو باہر نکالنے سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البرّ والصّلة)

# کلام الامام علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے 50 پُرحکمت کلمات (جو تفسیر مطبوعہ اگست 2004ء سے ماخوذ ہیں) ہدیۂ قارئین ہیں۔ (انتخاب: عطاء المجیب راشد)

۞...... اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 118)۔ ۞...... جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 118)۔ ۞...... خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قویٰ اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 139)۔ ۞...... گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 142)۔ ۞...... قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت اور پرہیزگاری۔ دوسری حفظِ صحت۔ تیسری اولاد۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 22)۔

۞...... نذیر کا لفظ اُسی مرسَل کے لئے خدا تعالیٰ استعمال کرتا ہے جس کی تائید میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ اس کے منکروں پر کوئی عذاب نازل ہوگا۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 30)۔

۞...... جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 34)۔

۞...... خدا کی عادت ہے کہ ہر نشان میں ایک پہلو اخفا کا رکھتا ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 106)۔ ۞...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیا تھی۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 111)۔ ۞...... ابصار پر وہ آپ ہی روشنی ڈالے تو ڈالے۔ ابصار کی مجال نہیں ہے کہ خود اپنی قوت سے اسے شناخت کرلیں۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 122)۔ ۞...... سُؤر کا کھانا تو بحالت اضطرار جائز رکھا ہے ...... مگر سود کے لئے نہیں فرمایا کہ بحالتِ اضطرار جائز ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 130 نیز حصہ پنجم صفحہ 179)۔ ۞...... اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 160)۔

۞...... تمام مومنوں اور رسولوں اور نبیوں کا مرنے کے بعد رفع روحانی ہوتا ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 163)۔ ۞...... خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت ہے۔ (جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 165)۔ ۞...... جو لوگ دین کے لئے سچا جوش رکھتے ہیں ان کی عمر بڑھائی جاوے گی۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 88)۔ ۞...... انسان کی روحانی زندگی استغفار سے ہے۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 108)۔ ۞...... ہر ایک مامور من اللہ کو وسعت معلومات بھی زمانہ کی ضرورت کے موافق دی جاتی ہے۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 126)۔ ۞...... مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدائے تعالیٰ سے اپنا تعلق کاٹ لیوے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 34)۔ ۞...... جیسا خدا بے حد ہے ایسا ہی اس کا علم بھی بے حد ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 38)۔ ۞...... سنت اللہ یہی ہے کہ ائمۃ الکفر اخیر میں پکڑے جایا کرتے ہیں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 66)۔ ۞...... اب تو دلوں کو فتح کرنے کا وقت ہے اور یہ بات جبر سے نہیں ہوسکتی۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 138)۔

۞...... سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 157)۔ ۞...... اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے ...... خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں وہ احمدی ہیں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 159)۔

۞...... نجات کی جڑ معرفت ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 406)۔ ۞...... ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 410)۔ ۞...... خدا کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 423)۔ ۞...... وہ کامل حیات جو اس سفلی دنیا کے چھوڑنے کے بعد ملتی ہے۔ وہ جسم خاکی کی حیات نہیں بلکہ اور رنگ اور شان کی حیات ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 435)۔ ۞...... یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تا کہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 439)۔ ۞...... میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 441)۔ ۞...... صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کو طلب کرنا موجب فتحیابی ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 443)۔ ۞...... یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 443)۔ ۞...... خدا تعالیٰ مغز اور حقیقت کو چاہتا ہے رسم اور نام کو پسند نہیں کرتا۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 444)۔

۞...... خدا بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اس شخص سے جو خدا سے لاپرواہی کرتا ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 445)۔ ۞...... انسان کی فطرت میں رجوع الی اللہ اور اقرارِ وحدانیّت کا تخم بویا گیا۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 6)۔ ۞...... انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اسلام ہے۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 14)۔ ۞...... بہشتی زندگی والا انسان خدا تعالیٰ کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 317)۔ ۞...... انسان اپنی باتوں سے ایسا ہی پہچانا جاتا ہے جیسا کہ درخت اپنے پھلوں سے۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 364)۔ ۞...... بلا شبہ یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے کہ قبل از خطرات خطرات سے محفوظ رہنے کی تدبیر بطور حفظِ ما تقدم کی جائے۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 367)۔

۞...... اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 383)۔ ۞...... تخمِ توحید ہر ایک نفس میں موجود ہے لیکن ...... وہ تخم سب میں مساوی نہیں۔ (جلد سوم حصہ ہفتم صفحہ 6)۔

۞...... بدی میں ہلاکت کی زہر ہے اور نیکی میں زندگی کا تریاق۔ اسی لئے بدی کے زہر کو دور کرنے کا ذریعہ نیکی ہی ہے۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 57)۔ ۞...... جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 89)۔ ۞...... تقویٰ کے معنے ہیں بدی کی باریک راہوں سے پرہیز کرنا۔ (جلد دوم حصہ پنجم صفحہ 184)۔ ۞...... وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 423)۔ ۞...... اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 424)۔ ۞...... انسان کا اسمِ اعظم استقامت ہے۔ اسمِ اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں۔ (جلد دوم حصہ ششم صفحہ 425)۔

۞...... مانگنا انسان کا خاصہ ہے اور استجابت اللہ تعالیٰ کا۔ (جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 69)۔

۞...... رحمانیت اور رحیمیّت میں یہی فرق ہے کہ رحمانیت دعا کو نہیں چاہتی مگر رحیمیّت دعا کو چاہتی ہے۔ (جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 71)۔ ۞...... جب تک کسی کے پاس حقیقی نیکیوں کا ذخیرہ نہیں ہے تب تک وہ مومن نہیں ہے۔ (جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 287)۔ ۞...... جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ جو مانگتا ہے اس کو دیا جاتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جاتا ہے۔ (جلد اول تفسیر سورۃ فاتحہ صفحہ 37)

# فرمودات

## حضرت خلیفۃالمسیح الخامس

## ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30 ستمبر 2017ء کو مجلس انصاراللہ یوکے کے سالانہ اجتماع کے حوالہ سے جو اہم نصیحت فرمائی اُسے ہم انصار کو آئندہ سال 2018ء کا لائحہ عمل (ٹارگٹ) مقرر کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔ حضورانور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ یوکے کا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے میں انصار کو ایک انتہائی اہم اور بنیادی چیز کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں اور وہ ہے نماز۔ نماز ہر مومن پر فرض ہے لیکن چالیس سال کی عمر کے بعد جبکہ یہ احساس پہلے سے بڑھ کر پیدا ہونا چاہئے کہ میری عمر کے ہر دن کے بڑھنے سے میری زندگی کے دن کم ہو رہے ہیں ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہونی چاہئے کہ وقت تیزی سے آ رہا ہے جب میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں ہمارے ہر عمل کا حساب کتاب ہونا ہے۔ پس ایسی حالت میں ایک مومن کی، ہر اس شخص کی جس کو مرنے کے بعد کی زندگی اور یوم آخرت پر ایمان ہے، فکر ہونی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور اس کے بندوں کے بھی حقوق ادا کرنے والے ہوں اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں جب اپنی کوشش کے مطابق یہ حقوق ادا کر رہے ہوں۔

نماز کے پڑھنے کی طرف جب بھی اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تو اس طرف توجہ دلائی کہ نماز میں باقاعدگی بھی ہو، تمام نمازیں وقت پر ادا ہوں اور باجماعت ادا ہوں۔ نماز کے قائم کرنے کا حکم ہے اور نماز کے قائم کرنے کا مطلب ہی نماز کو وقت پر اور باجماعت ادا کرنا ہے۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے، انصاراللہ والے بھی اپنی رپورٹوں سے جائزہ لیتے ہوں گے اور جائزہ لینا چاہئے کہ باوجود اس کے کہ انصار کی عمر ایک پختہ اور سنجیدگی کی عمر ہے نماز باجماعت کی طرف اس طرح توجہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔ پس انصاراللہ کو خاص طور پر سب سے زیادہ اس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ ان کا ہر ممبر نماز باجماعت کا عادی ہو بلکہ ہر ناصر کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ وہ نماز باجماعت کے عادی ہوں۔ سوائے بیماری اور معذوری کی صورت کے نماز باجماعت ادا کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر قریب کوئی مسجد اور نماز سینٹر نہیں ہے تو علاقے کے کچھ لوگ کسی گھر میں جمع ہو کر نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ اگر یہ سہولت بھی نہیں تو گھر کے افراد مل کر نماز باجماعت پڑھیں۔ اس سے بچوں کو بھی، نوجوانوں کو بھی نماز اور باجماعت نماز کی اہمیت کا احساس ہوگا۔

پس انصاراللہ حقیقی رنگ میں انصاراللہ تبھی بن سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس پر عمل کرنے اور کروانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اس پر عمل نہیں کر رہے اور جن کے نگران بنائے گئے ہیں ان سے عمل نہیں کروا رہے یا عمل کروانے کی کوشش نہیں کر رہے، اپنے نمونے پیش نہیں کر رہے تو صرف نام کے انصاراللہ ہیں۔ آج تلواروں اور تیروں کی جنگ نہیں ہو رہی جہاں مددگاروں کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ ہمارا غالب آنے کا ہتھیار دعا ہے۔ پس انصاراللہ بننے کے لئے اس دعا کے ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس ہتھیار کو استعمال کیا جائے اور جب یہ ہوگا تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کا بھی صحیح حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ ورنہ آپ نے بار بار یہی فرمایا ہے کہ اگر میری باتوں کو نہیں ماننا اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا نہیں کرنی، اپنی عبادتوں کے حق ادا نہیں کرنے تو پھر میری بیعت میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

پس ہر ناصر کو خاص طور پر اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کس حد تک وہ نماز کے پابند ہیں۔ کس حد تک وہ اپنا نمونہ اپنے بچوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کی حالت اور کیفیت کیا ہے۔ کیا صرف ایک فرض اور بوجھ سمجھ کر نمازیں ادا ہو رہی ہیں یا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کی اہمیت، اس کی فرضیت، اس کی حکمت، اس کو پڑھنے کا طریق، اس کا مقصد، اس کا فلسفہ اور اوقات کا فلسفہ، غرض اس موضوع پر مختلف پیرائے میں بار بار مختلف موقعوں پر اور جگہوں پر توجہ دلائی ہے۔...... نمازوں کو باقاعدگی سے اور باالتزام پڑھنے کے بارے میں نصیحت فرماتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجلس میں فرمایا کہ: نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ فرمایا کہ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔ اس لئے اس بات کو خوب یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اپنے عمل کر لو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی نشان ہے کہ آسمان اور زمین اس کے امر سے قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو تبھی زمین و آسمان قائم ہیں ورنہ نہیں۔ فرمایا کہ بعض دفعہ وہ لوگ جن کی طبائع طبیعیات کی طرف مائل ہیں کہا کرتے ہیں کہ نیچری مذہب قابلِ اِتّباع ہے کیونکہ اگر حفظ صحت کے اصولوں پر عمل نہ کیا جائے تو تقویٰ اور طہارت سے کیا فائدہ ہوگا؟ (اپنے اپنے فلسفے لوگوں نے گھڑے ہوئے ہیں۔) آپ فرماتے ہیں کہ سو واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بعض وقت ادویات بیکار رہ جاتی ہیں اور حفظ صحت کے اسباب بھی کسی کام نہیں آ سکتے۔ نہ دوا کام آ سکتی ہے، نہ طبیبِ حاذق۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا امر ہو تو الٹا سیدھا ہو جایا کرتا ہے۔

پس اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے اور اس کے لئے بہترین ذریعہ اس کی عبادت اور عبادتوں میں نماز کی ادائیگی ہے۔......''۔

# رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیرانہ زندگی اور دنیا سے استغناء

(حضرت نعمت اللہ خان گوہرؒ)

## بادشاہ نبی

دُنیا میں کئی نبی ایسے گزرے ہیں جو بادشاہ بھی تھے مثلاً حضرت ایوبؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت کرشنؑ۔ یہ اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے ملک کے بادشاہ بھی تھے اور خدا کی طرف سے تبلیغ و ہدایت کا کام بھی ان کو تفویض کیا گیا۔ ان کے قیمتی محل بھی تھے اور بعضوں کی ایک سے زیادہ بیویاں بھی تھیں۔ یہ امیرانہ اور شاہانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔ جاہ وجلال کے تمام وہ سامان ان کے پاس تھے جو بادشاہوں کے شان کے لائق ہوتے ہیں۔ دَرباروں میں بیٹھتے تھے، سونے چاندی کے برتن اور زرّیں پلنگ اور ہر قسم کا فرنیچر ان کے ہاں موجود تھا، سواری کے لئے پالکیاں، رَتھ گھوڑے، ہاتھی وغیرہ سب موجود تھے۔ باوجود ان جاہ وحشم کے سامانوں کے وہ خدا کے مقرّب اور پیارے تھے اور ان تمام زینت کے سامانوں سے تمتع کرنا ان کے لئے جائز اور بعض حالات میں ضروری تھا۔ کوئی شخص بھی اس بناء پر ان کے مقامِ نبوّت پر حرف نہیں رکھ سکتا۔ لیکن ایک مقام اس سے بھی اعلےٰ ہے جو انبیاء میں سے صرف ایک ہی مقدّس نبیؐ کے لئے مختص ہے۔ وہ نبی حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے سوا کسی کو یہ مقام نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔

## امیری میں فقیری

حضرت محمدؐ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے نبی اور اوتار ہونے کے علاوہ ملک عرب کے بادشاہ بھی تھے۔ حجاز کے علاوہ یمن، بحرین وغیرہ دُور دراز مقامات سے خراج کا روپیہ آتا تھا۔ اگر آپ بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے تو کوئی چیز مانع نہ تھی اگر آپ چاہتے تو اپنی بیویوں کو سونے چاندی کے زیورات سے لاد دیتے۔ اور اپنے رہنے کے لئے اعلیٰ درجہ کے محلات بنوالیتے۔ اپنے گھروں کو قیمتی اسباب سے آراستہ رکھتے۔ لونڈیاں اور غلام آپ کی خدمت کو حاضر ہوتے۔ مکلّف کھانے آپ کے لئے تیار ہوتے۔ لیکن اس کے خلاف ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آپ نے باوجود استطاعت اور باوجود عرب کے سب سے بڑے سردار اور بادشاہ ہونے کے فقیری کو امیری پر ترجیح دی۔ دنیا کا مال و دولت جمع کرنا اور اپنے گھر میں رکھنا اپنے درجہ اور مقام کی ہتک خیال فرمایا۔ ایسی سادہ زندگی بسر کی جو تمام مخلوقات کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے۔ اس بارے میں کوئی اور نبی یا اوتار آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جہاں آپ عرفانِ الٰہی کے سب سے اونچے مقام پر پہنچے۔ اور نبوت کے تمام مدارج آپ پر ختم ہوگئے۔ وہاں یہ بات بھی بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ آپ سادہ زندگی کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔

آپ کی سادہ زندگی کا ذکر سیرتِ نبوی کا ایک مستقل اور نہایت شاندار باب ہے جس کی تفصیل کیلئے کئی جز و بھی کفایت نہیں کرسکتے۔ اس مختصر مضمون میں چونکہ ان کا بالتفصیل بیان محال ہے اس لئے چند موٹی موٹی مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

## خوراک اور پوشاک

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی رسول کریمؐ کی بیویوں اور بیٹی) کے گھر اس وقت تک کہ آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا۔ کسی نے متواتر تین دن تک پیٹ بھر کر بھی کھانا نہ کھایا۔ کہنے والے نے تو ایک فقرہ کہہ دیا اور سننے والوں نے سن لیا۔ لیکن ذرا غور تو کرو کہ اس حدیث کے ایک ایک لفظ میں کس قدر استغناء کا خزانہ اور معرفت الٰہی کے کتنے دفتر چھپے ہوئے ہیں۔

آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں توکّل علی اللہ کی شان نمایاں تھی۔ تمام عمر میں کبھی کوئی فرمائشی کھانا نہ پکوایا۔ اور نہ کسی خاص پوشاک یا خاص کپڑے پر طبیعت آئی۔ چنانچہ ایک مشہور حدیث میں آپ خود فرماتے ہیں:

حببت الِیَّ مِنْ دنیاکُم الثلاث الطیّب والنساء قرة عینی فی الصلوٰة۔

ترجمہ: تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔ اول: خوشبو، دوم: عورتیں، سوم: آنکھوں کی ٹھنڈک جو نماز میں مجھے میسر آتی ہے۔

## مال سے استغناء

آپؐ کے پاس ایک دفعہ بحرین کا خراج آیا۔ مسجد نبوی کے صحن میں روپوؤں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ کیونکہ آپ نے باقاعدہ کوئی خزانہ نہ رکھا تھا۔ حضورِانور کی عادت تھی کہ اِدھر روپیہ آیا، اُدھر فوراً تقسیم یعنی فقرا، مساکین، یتامیٰ، بیوگان اور وظیفہ خوار ان میں تقسیم کردیا۔ اس روپے میں سے اپنے اہل بیت کو بھی آپ حصہ مقررہ یعنی خمس دیتے۔ غرضیکہ کبھی ایک پائی بھی اپنی گرہ میں یا اپنے گھر میں جمع نہ رکھتے۔ درہموں اور دیناروں کا یہ ڈھیر صحنِ مسجد میں پڑا تھا۔ اور آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپ کے بزرگ چچا حضرت عباسؓ مسجد میں تشریف لے آئے۔ انہوں نے اس سے پہلے درہم و دینار کا ڈھیر اس طرح کھلا پڑا کبھی نہ دیکھا تھا۔ پہلے تو ڈھیر کو غور سے دیکھا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس ڈھیر میں سے کچھ رقم لے لوں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عباسؓ نے اپنی چادر بچھا دی اور دونوں ہاتھوں سے روپیہ اس میں ڈالنے لگے۔ جب دیکھا کہ ایک آدمی کا بوجھ ہوگیا ہے۔ تو انہوں نے گٹھڑی باندھی اور پھر دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر گٹھڑی کو سر پر رکھنا چاہا۔ لیکن گٹھڑی اتنی وزنی ہوگئی تھی کہ ان سے اُٹھ نہ سکی۔ انہوں نے آپؐ سے مخاطب ہوکر عرض کی یا رسول اللہؐ! ذرا میری مدد فرمایئے اور گٹھڑی میرے سر پر رکھوا دیجئے۔ ہر چند آپ اپنے چچا کی بے حد عزت کرتے تھے اور ہر بات میں ان کی خاطر آپ کو منظور ہوتی لیکن اس موقع پر آپؐ نے صاف فرما دیا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، نبی ایسا کام نہیں کیا کرتا۔ آپ کا انکار کہے دیتا ہے کہ آپ نے اپنے چچا کے اس فعل کو ناپسند فرمایا۔ یعنی روپے کی خواہش کو ان کی خاطر سے آپؐ نے ان کو روپیہ لے جانے کی اجازت دے دی مگر

جب انہوں نے اس کام میں آپ کی امداد چاہی تو آپؐ نے صاف انکار کر دیا اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی صاف مونہہ پر کر دیا۔

میں نے پہلی مرتبہ یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زبان مبارک سے 1909ء یا 1910ء میں سنا تھا۔ اس کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا: نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کے سامنے کیونکہ حضرت عباسؓ سے یہ فعل سرزد ہوا جو آپ کی نظر میں ناپسند تھا اس وجہ سے بنی اُمیہ حصول سلطنت میں بنی عباس پر سبقت لے گئے اور بنی عباس کی حکومت ڈیڑھ سو سال پیچھے جا پڑی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے پیچھے صحابہ کی جماعت کھڑی تھی یکا یک آپ مصلّے سے ہٹ کر صفیں چیرتے ہوئے مسجد سے نکل کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور لوگوں نے بھی نماز چھوڑ دی۔ مگر سب خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ اور نماز پڑھائی۔ سب حیران تھے کہ آپ نماز چھوڑ کر جو گھر گئے۔ اس میں کیا راز تھا۔ ایک صحابی نے جرأت کر کے عرض کیا: حضور کیا بات تھی کہ آپ نماز چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے؟ آپؐ نے فرمایا نماز پڑھتے پڑھتے مجھے یاد آیا کہ ایک سونے کی ڈلی ہمارے گھر میں پڑی ہے۔ میں نے سوچا اگر میری اسی وقت گھر جانے سے پیشتر جان نکل جائے تو لوگ کیا کہیں گے کہ محمد رسول اللہؐ کے گھر سے سونا نکلا۔

آپ کی مرض الموت میں آپ کی بیویاں اور دیگر اہل بیت آپ کی تیمارداری کرتے۔ جس دن آپ کا وصال ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے اس روز اپنے ہمسایہ کے گھر سے تیل منگوایا کیونکہ تیل گھر میں ختم ہو گیا تھا اور ہمارے پاس کوئی نقدی نہ تھی جس سے تیل منگواتے۔

اوپر کی چند مثالیں اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کو دنیا کے ساتھ ذرا بھی پیار نہ تھا۔ آپ کی ساری محبت اور آپ کا سارا پیار ایک ہی ذات یعنی قادر مطلق کے ساتھ تھا جسے اللہ کہتے ہیں۔

## احمدیوں میں پاک تبدیلیوں کے ایمان افروز نظارے

### اطاعت امام

حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں لیکچر دے رہے تھے کہ بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹی کسی کام کے لئے باہر گئے۔ واپس آ رہے تھے کہ حضور کے یہ الفاظ ان کے کان میں پڑے کہ ''بیٹھ جاؤ'' جو حضورؑ مسجد کے اندر موجود لوگوں سے فرما رہے تھے۔ وہ یہ الفاظ سنتے ہی وہیں بازار میں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر پہنچے اور حضور کی تقریر سنی۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ ایک دفعہ مسجد مبارک قادیان میں ظہر کی نماز سے پہلے سنتیں پڑھ رہے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بیت الفکر کے اندر سے انہیں آواز دی تو وہ نماز توڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ 1892ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔ کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی۔ اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔ حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خبر جب نیچے بیٹھے ہوئے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے اور ان کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔ انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔ جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ میرے ماموں مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ وہ خود حقہ پیتے تھے۔ انہوں نے حضور سے عرض کیا بہت اچھا حضور۔ گھر آ کر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ اہلیہ کے پوچھنے پر کہا کہ مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں اس لئے پہلے اپنے حقہ کو توڑا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک حقے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔

حضرت منشی برکت علی خاں صاحبؓ شملہ میں ملازم تھے۔ احمدی ہونے سے پہلے انہوں نے ایک لاٹری ڈالی ہوئی تھی وہ لاٹری نکلی تو ساڑھے سات ہزار روپے کی رقم ان کے حصے میں آئی۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو حضورؑ نے اسے جؤا قرار دیا اور فرمایا اپنی ذات پر ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ چنانچہ حضرت منشی صاحبؓ نے وہ ساری رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: یورپ کے بعض احمدی دکانداروں کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ اُن کے ہوٹل کے کاروبار ہیں اور وہاں شراب بھی بکتی ہے چنانچہ جب میں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا کہ آپ کو یہ کاروبار چھوڑنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی بھاری تعداد ایسی تھی جنہوں نے اس کاروبار کو ترک کر دیا۔ بعضوں کو خدا تعالیٰ نے فوراً بہتر کاروبار بھی عطا کئے بعضوں کو ابتلاء میں بھی ڈالا۔ وہ لمبے عرصہ تک دوسرے کاروبار سے محروم رہے لیکن وہ پختگی کے ساتھ اپنے فیصلے پر قائم رہے''۔

### اتباع شریعت

ایک دفعہ نماز کے بعد حضرت مصلح موعودؓ مسجد سے باہر تشریف لے جانے لگے تو دروازہ کے قریب ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ وہاں کھڑے ہو گئے اور جب تک وہ صاحب نماز پڑھتے رہے آپؓ وہیں کھڑے رہے اور نمازی کے فارغ ہونے کے بعد تشریف لے گئے۔

سیرالیون کے علی روجرز نے احمدیت قبول کی تو اس وقت وہ جوان تھے اور ان کی بارہ بیویاں تھیں۔ جماعت کے مربی مولانا نذیر احمد صاحب علی نے انہیں فرمایا کہ اب آپ احمدی ہو چکے ہیں اسلئے قرآنی تعلیم کے مطابق چار بیویاں رکھ سکتے ہیں باقی کو طلاق اور نان نفقہ دے کر رخصت کر دیں۔ انہوں نے نہ صرف اس ہدایت پر فوراً عمل کیا بلکہ مربی سلسلہ کے کہنے پر ادھیڑ عمر چار بیویاں اپنے پاس رکھیں اور نو جوان بیویوں کو رخصت کر دیا۔

# حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(کلیم احمد کِم - لندن)

ملک فارس کے شمال میں واقع بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل کے چھوٹے سے علاقہ جیلان میں ایک صالح بزرگ حضرت ابوصالح موسیٰ رہتے تھے۔ آپؒ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور ریاضت وعبادات میں لگے رہتے تھے۔ ایک بار جب آپ کئی روز سے روزے رکھ رہے تھے اور افطاری کے لئے کچھ نہ تھا تو بہت بھوک کی حالت میں آپ ایک نہر کے کنارے پہنچے۔ آپ نے پانی میں ایک سیب تیرتا ہوا دیکھا۔ آپ نے اس سے افطاری کر لی۔ لیکن اس کے بعد آپ کے نفس نے آپ کو جھنجھوڑا کہ یہ سیب بغیر اجازت کے کیوں کھالیا۔ چنانچہ آپ سیب کے باغ کے مالک کی کھوج میں نہر کے کنارے چلنے لگے اور بالآخر سیب کے باغ کو پالیا جس کے کچھ درختوں کی ٹہنیاں نہر کے اوپر تھیں۔ چنانچہ آپ باغ کے مالک کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا اور معافی کے طلبگار ہوئے۔ مالک حضرت عبداللہ صومعی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ معافی تب ملے گی اگر کچھ عرصہ باغبانی کے فرائض سرانجام دو گے۔ چنانچہ حضرت ابوصالح نے تندہی کے ساتھ باغبانی کے فرائض ادا کئے اور ایک عرصہ کے بعد حضرت عبداللہ صومعی کے پاس معافی اور واپس جانے کی اجازت لینے کی غرض سے حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ معافی تب ملے گی اگر تم میری بیٹی کے ساتھ شادی کرو جو اندھی، لُنجی اور پاؤں سے بھی محروم ہے۔ حضرت ابوصالح شادی کے لئے راضی ہوگئے۔ لیکن جب وہ حجلہ عروسی میں گئے تو وہاں ایک انتہائی خوبصورت عورت کو پایا۔ آپ گھبرا کر حضرت عبداللہ صومعی کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کی بیٹی اندھی لنجی اور معذور بھی ہے مگر اس لڑکی میں تو کوئی عیب نہیں ہے۔ یہ تو آپ کی بیٹی نہیں ہوسکتی۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ یہ میری ہی بیٹی ہے۔ یہ جو میں نے کہا تھا کہ وہ اندھی ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے کبھی کسی غیر مرد پر نظر نہیں ڈالی اور جو یہ میں نے کہا تھا کہ وہ لُنجی ہے اس نے ان ہاتھوں سے کوئی غلط کام نہیں کیا اور جو میں نے یہ کہا تھا کہ اس کے پاؤں نہیں ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کبھی گھر سے باہر نہیں گئی۔ چنانچہ حضرت ابوصالح کی شادی حضرت اُمّ الخیر امۃ الجبار فاطمہؒ کے ساتھ ہوگئی۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کی پاک ولادت یکم رمضان المبارک کو ہوئی۔ آپؒ کی پیدائش سے قبل آپؒ کے والد محترم ابوصالح نے خواب میں حضرت اقدس محمد ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوصالح! اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا بیٹا عطا فرمائے گا جو اللہ اور میرا محبوب ہوگا اور وہ ولی ہوگا۔

حضرت اُمّ الخیر فاطمہ ایک اعلیٰ درجہ کی ولیّہ تھیں۔ آپ کے بچے کا نام عبدالقادر موسوم کیا گیا جو کہ بعد میں تاج الاولیاء سیّدنا غوث الاعظم کہلائے۔ آپ کو امام الاولیاء، امام طریقت وشریعت، قطب الاقطاب اور غوث العالمین کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ قصبہ جیلان میں پیدا ہونے کی وجہ سے آپ جیلانی کہلائے۔

ابھی عبدالقادر چھوٹے ہی تھے کہ آپ پدرانہ سایہ سے محروم ہوگئے۔ آپ کی کفالت آپ کی والدہ اور نانا حضرت عبداللہ صومعی نے کی جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ آپ ابھی اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے تو آپ کی والدہ کی قرآن مجید کے ساتھ والہانہ محبت اور باکثرت قرآن مجید کی تلاوت کا آپ پر بہت گہرا اثر تھا۔ آپ نے عہد طفولیّت میں ہی قرآن مجید کو حفظ کرلیا۔

ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ایک روز آپ اپنی کے والدہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اب مزید علم حاصل کرنے کے لئے بغداد جانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ پہلے آپ کی صغرسنی کی وجہ سے آپ کی والدہ نے انکار کیا مگر پھر آپ کے شوقِ اکتسابِ علم کی وجہ سے راضی ہوگئیں۔

بغداد کے سفر سے قبل آپؒ کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کو نصیحت فرمائی کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا اور ہمیشہ سچ بولنا۔ پھر والدہ نے چالیس دینار آپؒ کی صدری میں سی دیئے تاکہ بغداد میں ان دیناروں کو حسب ضرورت استعمال میں لاسکیں۔ آپؒ نے بغداد کے اس سفر کے دوران سچ بولنے کی نصیحت کو فعلی شہادت کے ساتھ پیش کیا۔ وہ اس طرح کہ راستے میں آپؒ کے قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کردیا۔ ایک ڈاکو آپ کے پاس آیا اور تلاشی لی لیکن کچھ برآمد نہ ہوا تو اُس نے پوچھا کہ بچے! تمہارے پاس کیا ہے؟ آپؒ نے کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو نے آپ کی اس بات پر ذرا توجہ نہ دی۔ پھر ایک دوسرا ڈاکو آیا اس نے بھی تلاشی لی لیکن کچھ نہ ملا تو آپ سے پوچھا تو آپ نے اس کو بھی کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ آپ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار نے پوچھا کہ برخودار تمہارے پاس کیا ہے؟ آپؒ نے پھر کہا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا تو سردار نے پوچھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو! اس پر آپ نے فرمایا کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ وہ چالیس دینار کہاں ہیں۔ آپ نے کہا کہ وہ میری صدری کے اندر میری والدہ نے بغداد میں میرے زادراہ کے لئے سی دیئے تھے۔ آپ کی صدری میں سے وہ سیئے ہوئے چالیس دینار حاصل کرنے کے بعد سردار نے کہا کہ اگر تم ہم کو نہ بتاتے تو تمہارے دینار محفوظ رہتے۔ تو اس پر آپؒ نے جواب دیا کہ میری والدہ نے سفر پر جانے سے قبل نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ وہ سردار آپ کی راست بازی سے بہت متاثر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر اپنے ساتھیوں سمیت توبہ تائب ہوکر ایمان لے آئے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ وہ ڈاکو پہلے لوگ تھے جو میرے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔

جب آپ بغداد پہنچے تو آپ کو ایک اچھے مدرس کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا اعلیٰ سامان اس طرح کیا کہ آپ کو بغداد میں اُس وقت کے عالم بے بدل حضرت حمادؒ بن مسلم جیسے مشہور استاد کا شاگرد ہونے کا موقع ملا۔ جب آپ اُن کے پاس گئے تو وہ آپ سے کہنے لگے کہ ہمیں تو آپ کا انتظار تھا آیئے تشریف لایئے۔

اور پھر آپ کو اپنے زانوئے تلامذہ میں شامل کر کے آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا۔

آپ کو علم اور تربیت کے لئے بڑے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے استادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ فرماتے کہ اے فقیہ! تُو یہاں کیوں آتا ہے؟ کہیں اہل فقہ کے پاس جایا کرو، یہ تو درویشوں کی محفل ہے یہاں تو درویش جمع ہوتے ہیں۔ اور جب مَیں خاموش رہتا تو اَور بھی ایسی باتیں کرتے جس سے میرے نفس کو اذیت دیتے۔ اُن کا منشاء دراصل مجھے صیقل کرنا تھا۔ کبھی وہ مجھے یہ کہتے کہ آج بہت ساری روٹیاں آئیں مگر طلباء اور درویشوں نے سب کھالیں اور تمہارے لئے کچھ نہیں بچا۔ گویا کہ میرے استادِ محترم نے میری ریاضت و مجاہدہ کی تربیت کی۔

## بیعت اور خلافت

حضرت حمادؒ بن مسلم سے آپؒ نے طریقت کی تعلیم، سلوک کی راہیں اور ظاہری علوم حاصل کئے مگر وہ کسی کی بیعت نہ لیتے تھے چنانچہ روحانی علوم و تربیت کیلئے آپ اس زمانہ کے مشہور ولی حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی نے آپ کی ایسی تربیت کی اور اپنی باطنی نگاہ سے صیقل کر کے آسمانِ روحانیت کا روشن ستارا بنا دیا۔ انہوں نے ایک مرتبہ آپؒ کے بارہ میں فرمایا کہ اس نوجوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء کی گردن پر ہوں گے۔ بیعت کے بعد ہر لحہ معرفت الٰہی میں آپؒ نے ایسی ترقی کی کہ حضرت ابوسعید مبارک مخزومی نے آپؒ کو خرقۂ خلافت عطا فرما دیا۔ اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ یہ خرقہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا تھا اور حضرت علیؓ سے یہ حضرت حسن بصریؒ کو ملا تھا اور اُن سے مجھے ملا تھا۔

خرقۂ خلافت زیب تن کرنے کے بعد حضرت غوث اعظم پر بے شمار انوار الٰہی وارد ہوئے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت محمد ﷺ کی زیارت 16 شوال 521 ہجری قبل الظہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بیٹے! تم وعظ و نصیحت کیا کرو۔ مَیں نے عرض کیا کہ میرے والدِ محترم! مَیں عجمی ہوں اور علماء بغداد کے سامنے تقریر کرنے سے محجوب ہوں۔ اور یہ علماء فصیح اللسان ہیں اور ڈر ہے کہ یہ مجھے طعنہ نہ دیں کہ نبی کی اولاد ہونے کے باوجود عربی زبان کی باریکیوں سے آشنا نہیں۔ میرے اس عرض کرنے پر آنحضرت ﷺ نے مجھے منہ کھولنے کا فرمایا۔ پھر کچھ پڑھ کر دم فرمایا اور سات مرتبہ میرے منہ میں اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا اور فرمایا بیٹا اب تم وعظ کرو اور لوگوں کو حق کی دعوت دو۔

آپؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور بہت زیادہ لوگ موجود تھے اور میں مرعوب ہو گیا تو کشفی حالت میں حضرت علیؓ تشریف لائے۔ اس وقت میں منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل میں علم و عرفان کا ایک بیکراں سمندر تھا، بحرِ تخیّل میں ہلچل تھی کہ لوگوں سے خطاب کروں لیکن کیفیت بھی عجیب تھی۔ تو حضرت علیؓ نے میرے پر دَم فرمایا اور چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور مجھے فرمایا: اے بیٹے اب تم وعظ کرنا شروع کرو۔

اس کے بعد میں نے لوگوں کو وعظ کیا۔ میرا ایک ایک لفظ لوگوں کی بصیرت و بصارت کا باعث بنا۔ اُن کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور زبانیں ذکر الٰہی سے تَر ہو گئیں۔ پھر مخالفین بھی وعظ میں کثرت سے آنے لگے اور علماء بھی اس وعظ کے دیوانہ ہو گئے۔ اور لوگ میری باتوں پر عمل کرتے تھے۔

آپؒ کے وعظوں کا سلسلہ صرف بغداد تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قافلوں کی صورت میں لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے تھے۔ آپ ہفتے میں تین مرتبہ وعظ فرمایا کرتے تھے جن میں علماء بھی تشریف لاتے تھے لیکن کسی کو وعظ میں بات کرنے (مداخلت) کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب آپ سوال کرنے کی دعوت دیتے تو پھر طالبانِ حق سوال کر کے اپنے علم کی تشنگی مٹاتے تھے۔ وعظ کے دوران لوگ محبت الٰہی میں سرشار ہو کر دیوانہ وار روتے تھے اور اُن پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ وعظ کا یہ سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا ہر کام اللہ عزّ وجل کے حکم سے ہے اور اس میں میرے نفس کا علم و دخل نہیں ہے۔ نیز فرماتے کہ جب اللہ عزّ وجل مجھے اپنی قسم دیتا ہے میں تب کھاتا پیتا ہوں اور میں اس وقت تک کلام نہیں کرتا جب تک اللہ مجھے اپنا حکم نہ دے، میرا ہر فعل اذن اللہ ہوتا ہے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، مراتب الوجود، آدابِ سلوک و توّصل الیٰ ملک الملوک، بشائرالخیرات دیوان غوث اعظمؒ، فتح ربّانی، تحفت المتقین و سبیل العارفین اور سرّ الاسرار و مظہر الانوار۔

آپؒ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کے دس بیٹوں اور چار بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک بیٹے حضرت عبدالوہاب جیلانی بہت مشہور عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے کچھ بیٹے پاکستان کے علاقے ملتان اور اُچ شریف گیلان شریف میں آکر آباد ہوئے۔

وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک اکانوے سال تھی۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل جب گھر میں وفات کے قرب کی خبر دی تو گھر والوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وصال سے ایک روز قبل آپ نے اپنے بیٹے سیّد عبدالوہاب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ ظاہر میں مَیں تمہارے پاس ہوں مگر باطن میں صرف اللہ کے ساتھ ہوں اور اس وقت کچھ خاص ہستیاں آنے والی ہیں اُن کے لئے جگہ فراخ کر دو۔

آپؒ نے وصال سے قبل تازہ پانی سے غسل لیا پھر نماز عشاء ادا کی۔ آپ کے بیٹے سیّد عبدالجبار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کہاں درد ہو رہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمام اعضاء میں سوائے دل کے جو کہ یادِ الٰہی اور محبت محمد ﷺ میں مشغول ہے۔ پھر آپ دعائیں کرتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

آپ کی وفات کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ لوگ زار و قطار روتے تھے۔ آپ کو غسل دیا گیا پھر مدرسہ کے احاطہ میں ہی رات کے وقت تدفین کی گئی۔ آپ کا روضۂ مبارک بغداد میں ہے جو کہ ہر وقت مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

وصال کے وقت آپؒ نے اپنے بیٹے کو جو نصائح فرمائیں اُن میں یہ بھی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل درآمد کرو، شریعت ظاہر احکام کی پابندی کرو۔ نیز فرمایا کہ سینہ کو حسد کینہ بغض سے پاک رکھو اور نفس کی سرکشی سے بچو۔ اسی طرح فرمایا کہ خلقت کو ایذا نہ دینا اور اس شخص کی صحبت ترک کر دو جو سالک نہ ہو۔

# تھائی لینڈ میں احمدی اسیران کی خلافتِ احمدیہ کی برکت سے رہائی

(مدثر احمد نقّاش - فِن لینڈ)

(دوسری اور آخری قسط)

اس سے قبل میں نے جو واقعات لکھے وہ ہمارے لئے انتہائی پریشان کُن اور مایوسی کے غلافوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ لیکن جن لوگوں کا ایک قادر وتوانا مالک ہو اور جن کے سروں پر خلافت کا مبارک سایہ ہو اُن لوگوں کا مقابلہ دنیا کی کوئی حکومت کوئی طاقت اور کوئی بادشاہت نہیں کر سکتی۔ آیئے دیکھیں کہ ان مشکل حالات میں احمدیوں کی مدد کیلئے تھائی لینڈ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرت کے نشانات دکھائے اور خلیفۃ المسیح کی دعاؤں اور کوششوں سے خراب حالات نے کب اور کیسے پلٹا کھایا اور کس طرح تھائی حکومت کے پرانے قائم شدہ اصولوں کی برف پگھلی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ .I.D.C میں کئی ممالک کے لوگ دس دس سال سے قید تھے اور ان کا پوچھنے والا کوئی نہ تھا یہاں تک کہ ان میں سے کئی اسیری میں ہی فوت ہو گئے یا پاگل ہو کر زندگی کی لذتوں سے ہی بے خبر ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب احمدیوں کو گرفتار کیا گیا تو یہاں کے حکومتی اداروں نے اسے بھی معمول کی کارروائی جانتے ہوئے ایک عام سا واقعہ سمجھا۔ چنانچہ مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب نے جب ان اداروں سے احبابِ جماعت کی رہائی کے بارے میں رابطہ کیا تو تقریباً ہر ادارے نے اسے ناممکن قرار دیا اور قانونی گنجائش نہ ہونے کی بنیاد پر معذرت پیش کی۔ یہ اس لئے بھی تھا کہ اس سے قبل دیگر اقوام کے گرفتار شدگان کو رہا کروانے کی کوشش پر یہ ادارے ان ملکوں کے سفارت خانوں اور انٹرنیشنل این جی اوز بلکہ U.N.O سے بھی اپنی معذرت پیش کر چکے تھے۔

اس سے یہ بات خوب روشن ہو جاتی ہے کہ یہ کام بظاہر ناممکن تھا۔ مگر اس دفعہ تھائی لینڈ کے ان حکومتی اداروں کے مدِ مقابل دنیا کی کوئی حکومت یا ادارہ نہیں بلکہ ایک عظیم خدائی جماعت تھی جو الٰہی خلافت کے ایسے انعام سے سرشار تھی جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہاتھ جلوہ گر تھا۔ چنانچہ حضورِ انور کی خصوصی دعاؤں اور ارشادات کی روشنی میں ایک طرف ہمارے حق میں عالمی دباؤ روز بروز زور پکڑتا گیا اور دوسری طرف اندرونی طور پر حکومتی اداروں سے جماعتی وفود کی مسلسل ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ محترم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب نے اپنی ذہانت، قابلیت اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں کے طفیل بتدریج کامیابی حاصل کر لی۔ آپ کے پہلے دورہ کے دوران ہونے والے اہم کاموں کا ذکر گزشتہ شمارہ میں ہو چکا ہے۔

پیارے آقا ایدہ اللہ کا وجود ہر احمدی کی پریشانی پر سخت بے چین ہو جاتا ہے اور پوری جماعت کے لئے ایک محبت وشفقت کا ٹھنڈا سایہ ہے۔ چنانچہ پیارے حضور نے ہماری اس صورتحال کو نہ صرف خصوصی دعاؤں میں جگہ دی بلکہ امریکہ، جرمنی اور یوکے کی ٹیموں کے ذریعہ باقاعدہ کوششوں کا آغاز فرمایا۔ چنانچہ عالمی اداروں اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں سے رابطوں کے علاوہ UNHCR کے جنیوا میں ہیڈ آفس اور تھائی لینڈ میں موجود دفتر کو بھی حقائق سے باخبر کیا گیا۔ نیز ویب سائٹ کے ذریعہ تھائی لینڈ کے اعلیٰ حکام پر بھی دباؤ بڑھایا گیا۔ ان حالات میں ہی I.D.C کے اندر موجود ایک احمدی دوست اور ان کے اہل خانہ کا کیس پاس ہو گیا جس کا نہایت مثبت اثر I.D.C کے اندر اسیران پر ہوا اور اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔ اسی دوران جماعتی دعاؤں اور عالمی کوششوں کی تھرتھراہٹ تھائی لینڈ کے شاہی محلّات میں بھی محسوس ہونے لگی اور وہاں کی حکومت نے اسے ایک خاص مسئلہ سمجھتے ہوئے توجہ دینی شروع کر دی۔ اگرچہ .I.D.C میں متعیّن افسران آغاز میں منفی ردّعمل ہی دکھاتے رہے اور یہ بھی کہتے کہ احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے دباؤ بڑھانے کے باوجود تھائی لینڈ کوئی دباؤ قبول نہیں کرے گا۔

تاہم ایک انقلابی تبدیلی یہ پیدا ہونا شروع ہوئی اور ایک طرف I.D.C کے اندر احمدیوں کے کیس پاس ہونا شروع ہو گئے اور دوسری طرف احمدی اسیران کی رہائی کے لئے حکومتی ادارے از خود مناسب قانونی راستے تلاش کرتے نظر آئے۔ اسی دوران جماعت احمدیہ امریکہ کے دوست مکرم مجیب احمد اعجاز صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھائی لینڈ آ گئے اور نہایت محنت کے ساتھ تھائی لینڈ میں کام کرنے والی انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں سے ملاقاتیں کیں۔ نیز امریکہ، کینیڈا اور یوکے کے سفارت خانوں سے رابطہ کے علاوہ UNHCR کے اعلیٰ افسران سے بھی ملاقاتیں کیں۔ آپ صرف ایک ماہ کے دوران تین مرتبہ تھائی لینڈ آئے اور اُن کی ملاقاتوں کے نتیجہ میں انسانی حقوق کی مقامی تنظیم ہیومن رائیٹس کمیشن آف تھائی لینڈ اور T.C.R نے جماعتی تعاون کے ساتھ مقامی قانون کے مطابق احمدیوں کی رہائی کروانے کی مشروط ذمہ داری قبول کی۔ مشروط اس لحاظ سے کہ یہ کام چونکہ تھائی لینڈ میں پہلی دفعہ ہونے جا رہا تھا اس لئے قانونی راستہ تلاش کرنے پر غیر معمولی اخراجات کا امکان تھا۔ دوسری طرف جماعت احمدیہ بہر طور احمدی احباب کی رہائی کی خواہشمند تھی اور اس کے لئے ہر جائز شرط ماننے کو بھی تیار تھی۔ جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کی رفیوجی کمیٹی کے سابق انچارج مکرم اکرام اللہ صاحب ان تاریخی واقعات کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ:

مئی 2011ء شروع ہو چکا تھا، اور I.D.C کے اندر صرف دو احمدی لڑکوں کے کیس کے علاوہ باقی سب کے کیس پاس ہو چکے تھے۔ مکرم مجیب اعجاز صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے نہایت قابلیت سے کام کرتے ہوئے متعلقہ اداروں کا تعاون حاصل کیا تھا۔ چنانچہ احمدیوں کی ضمانت کا طریق کار بھی طے کیا جانے لگا یعنی فی کس پچاس ہزار تھائی باتھ (قابلِ واپسی رقم) کے عوض ضمانت دی جانی تھی۔ 96 اسیر احباب کی کُل رقم کافی زیادہ بنتی تھی۔ رہائش اور دیگر ماہوار اخراجات کے لئے بہت بڑی رقم الگ سے درکار تھی۔ بعض حکّام کی طرف سے عدم تعاون کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں سارے حالات وواقعات ساتھ کے ساتھ بغرض دعا وراہنمائی پیش کئے جا رہے تھے۔

پھر اچانک ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ 29 مئی کو بعض معاملات پر بات چیت کے دوران متعلقہ حکّام سے تلخ کلامی ہو گئی اور اگلی صبح تو یہ حالت تھی کہ احمدی نمائندوں کی باتیں بلا وجہ مسترد کی جا رہی تھیں۔ ساڑھے نو بجے Asylum Access

والوں سے ایک میٹنگ ہوئی۔ جب یہ میٹنگ شروع ہوئی تو تمام افسران کا رویہ غیر متوقع طور پر بدلا ہوا دکھائی دیا اور حیران کُن حد تک انہوں نے ہماری ہر بات مان لی۔ ضمانت کی تاریخ 6 جون 2011ء قرار پائی۔ مقامی و انٹرنیشنل میڈیا کو کوریج کی اجازت دی گئی۔ رہائشی کمروں کا بندوبست جماعت کی مرضی سے ہوا۔ جن دو خدام کا کیس اب تک پاس نہیں ہوا تھا اور جو پونے دو سال سے قید تھے، اُن کی رہائی بھی منظور کر لی گئی۔

یہ واقعہ تھائی لینڈ کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہونے جا رہا تھا۔ اس سے نہ صرف احمدی فائدہ اٹھا رہے تھے بلکہ خلافت احمدیہ کی برکت اور دعاؤں سے اُن سب اسیران کے لئے بھی قانون جاری ہونے جا رہا تھا جو مختلف ممالک، مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھتے تھے اور سالہا سال سے I.D.C میں قید تھے۔ نیز اُس روز جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کی مستقبل میں ترقی اور فتح کی ایک نئی اینٹ کے ذریعہ بنیاد رکھی جا رہی تھی کیونکہ یہ واقعہ تھائی لینڈ میں جماعت کے عمدہ تعارف کے طور پر بھی سامنے آیا اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے کئی نئے راستے کھولے۔ کئی انٹرنیشنل الیکٹرانک میڈیاز نے اس واقعہ کی براہ راست (Live) کوریج کی اور اخبارات میں بھی یکم جون سے لے کر کئی دن تک اس کا چرچا ہوتا رہا۔

6 جون 2011ء کو محترم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب (نمائندہ حضور اقدس) ایک بار پھر تھائی لینڈ تشریف لائے اور ایک وفد کے ساتھ سات بجے I.D.C میں پہنچ گئے۔ اس وفد میں مکرم حافظ عمران احمد صاحب قائمقام نیشنل صدر، مکرم جمعہ خان صاحب معلّم سلسلہ، مکرمہ ڈاکٹر ثریا صاحبہ نیشنل صدر لجنہ اور خاکسار شامل تھے۔ سب سے پہلے I.D.C کے اندر میٹنگ روم میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں T.C.R اور ہیومن رائیٹس کمیشن آف تھائی لینڈ کے نمائندگان، تھائی امیگریشن کی جنرل کمانڈ، حکومت کے چند اہم اداروں کے افسران اور انٹرنیشنل میڈیا کے نمائندے شامل تھے۔ اس میٹنگ میں مکرم ڈاکٹر صاحب نے عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے ان تمام اداروں کا شکریہ ادا کیا نیز امیگریشن حکّام نے ضمانت کی قانونی حیثیت کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد رہائی پانے والے اسیران سے وفد کی ملاقات کروائی گئی۔

قریباً ساڑھے دس بجے اسیران کی رہائی عمل میں آنا شروع ہوگئی۔ یہ ایک ناقابلِ یقین خوشی کا موقعہ تھا۔ اکثر احمدیوں کی آنکھوں میں آنسو تھے کیونکہ زندہ خدا کی طرف سے ایک زندہ نشان ظاہر ہو رہا تھا۔ کئی پرانے قیدی حسرت سے اپنے احمدی نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ اس تاریخی موقعہ پر انٹرنیشنل میڈیا نے محترم ڈاکٹر صاحب کے انٹرویو لئے۔ پھر اجتماعی دعا کے ساتھ دو بسوں کے ذریعہ یہ قافلہ اپنی رہائشگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس رہائشگاہ میں جماعت کی طرف سے ان احباب کے لئے دو وقت کے کھانے کے علاوہ ہر فیملی کے لئے ایک گیس سلنڈر اور بچوں کے لئے بسکٹ وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ رہائشگاہ کے اندر گراؤنڈ فلور پر ایک کمرہ بطور مسجد کے اور ایک بطور مہمان خانہ ریزرو کیا گیا تھا۔ MTA دیکھنے کے لئے ایک ڈش انٹینا بھی موجود تھا۔ نمازِ مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب کے زیرِ صدارت ایک اجلاس عام بھی منعقد ہوا۔

اپنے قیام کے دوران محترم ڈاکٹر صاحب نے امریکہ، ہالینڈ اور پاکستانی سفارت خانوں اور چند این جی اوز کے علاوہ UNHCR کے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں بھی کیں اور ان تمام اداروں کو پاکستانی احمدی احباب کی مشکلات سے بخوبی آگاہ کیا۔

یہاں میں اس بات کا ذکر بھی کرتا چلوں کہ احمدیت کا پودا تو 1950ء میں تھائی لینڈ میں لگ چکا تھا اور اب تو تقریباً ایک سو تھائی احمدی اس درخت کی سرسبز شاخیں بن چکے ہیں۔ جبکہ پاکستان سے یہاں Asylum کرنے کے لئے احمدیوں کے آنے کا سلسلہ 2008ء سے جاری ہے جن کی کُل تعداد دسمبر 2010ء تک 350 کے قریب تھی اور یہ سب جماعتی تجنید میں شامل تھے۔ اس کے باوجود تھائی لینڈ میں جماعت کی رجسٹریشن ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ مقامی جماعت کی کوششوں کے باوجود یہ معاملہ زیرِ کارروائی تھا۔ اسی دوران پاکستانی احمدیوں کی گرفتاری والا مندرجہ بالا واقعہ رونما ہو گیا جس کے بعد تھائی لینڈ میں جماعت احمدیہ کا نام کافی شہرت پا تا گیا اور حضورِ انور کی دعاؤں اور پوری دنیا سے جماعت احمدیہ عالمگیر کے حق میں ملنے والی مثبت معلومات کی روشنی میں الحمدللہ 19 اگست 2011ء کو جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کو حکومت نے ایک رجسٹرڈ جماعت کے طور پر قبول کر لیا۔

6 جون 2011ء کے بعد I.D.C سے ضمانت پر رہائی پانے والے احمدیوں کی کُل تعداد تقریباً 350 تھی جو بنکاک کے تین حصوں میں آباد تھے۔ 60 سے 70 لوگ Suthisan میں، 70 سے 75 افراد Charan Sanit wong میں اور باقی پاکستانی احمدی نیز بہت سے تھائی احمدی Bag khae میں آباد تھے جہاں جماعت کی طرف سے مکرم ابنِ محی الدین صاحب بطور مبلغ مقرر ہیں۔ قبل ازیں تھائی لینڈ میں جماعت احمدیہ کی رجسٹریشن نہ ہونے اور یہاں کے قانونی مسائل کی وجہ سے صرف مقامی احمدی نیشنل مجلس عاملہ میں شامل تھے جبکہ پاکستانی احمدیوں کے معاملات حل کرنے کے لئے ایک اصلاحی کمیٹی محدود پیمانے پر کوشاں تھی۔ رجسٹریشن کے بعد بفضلِ تعالیٰ یہاں کے حالات بہت تیزی سے جماعت کے حق میں ہوتے گئے۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب ایک بار پھر 3 دسمبر 2011ء کو تھائی لینڈ آئے اور آپ نے مذکورہ تین جگہوں پر جماعتی قواعد کے مطابق عاملہ کا انتخاب کروایا۔ اور نہایت احسن رنگ میں ایک باقاعدہ جماعتی نظام قائم کر دیا گیا۔

ستمبر 2011ء میں تھائی لینڈ میں گزشتہ پچاس سالہ تاریخ کا بدترین سیلاب ایک آفت کے رُوپ میں اُمڈ آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بنکاک کو چاروں طرف سے پانی نے گھیر لیا۔ کئی علاقوں میں پانی کی شدّت اتنی زیادہ تھی کہ اس میں آبادیاں تباہ ہوگئیں۔ پانی کی سطح اکثر علاقوں میں چار سے چھ فٹ تک پہنچ گئی جبکہ نشیبی علاقوں میں یہ سطح کئی گنا زیادہ تھی اور پانی تیز رفتاری سے مرکزی بنکاک کی طرف بڑھنے لگا۔ حکومت پوری جانفشانی اور بھرپور محنت کے ساتھ اپنے شہریوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے میں مصروف تھی۔ تمام TV چینل سیلابی ریلے کی براہ راست (Live) کوریج کر کے شہریوں کو تازہ حالات اور وارننگ کے اعلانات نشر کر رہے تھے۔ ٹرانسپورٹ، ٹرینیں، اور ایئرپورٹس سمیت کئی راستے بند ہو گئے تھے اور اکثر مارکیٹوں میں اشیاء خورونوش کی شدید کمی تھی۔ خاص طور پر پینے کا پانی بالکل نایاب ہو رہا تھا۔ سرکاری طور پر 500 سے زائد افراد کے ڈوبنے کی اطلاعات تھیں۔

ہمارا مشن ہاؤس تو پہلے ہی تقریباً 5 فٹ پانی میں ڈوب چکا تھا۔ ہر روز ایک

نئے علاقے میں سیلابی ریلا داخل ہوتا اور یوں اس سے اگلے علاقے کو خالی کروالیا جاتا۔ یہ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ ایک دن یہاں کے TV چینل پر یہ اعلان ہوا کہ سیلابی ریلا آئندہ تین دنوں میں Suthisan، Charan، اور Ban khae کے علاقوں میں داخل ہو جائے گا جس کی زیادہ شدّت Charan اور Ban khae کی طرف ہوگی۔ ان میں سے Ban khae میں آباد پاکستانی احمدیوں کے متأثر ہونے کا زیادہ خدشہ تھا جہاں ایک عمارت میں 18 اور دوسری میں تقریباً 12 خاندان رہائش پذیر تھے اور اُن کو اپنی عمارتیں چھوڑنے کی اجازت Bail کروانے والے ادارے کی طرف سے نہیں ملی تھی۔ اس لئے ان تمام احباب کو سیلابی ریلے کی تمام شدّت وہیں رہ کر برداشت کرنا تھی۔ تاہم دیگر دو جماعتوں کے احباب کسی محفوظ جگہ پر شفٹ ہونے کیلئے تیار تھے۔

سرکاری وارننگ کے دوسرے یا تیسرے دن Charan اور Ban khae میں پانی داخل ہونا شروع ہو گیا جس کی سطح مسلسل بلند ہو رہی تھی یہاں تک کہ ہمارے Bail کروانے احباب جماعت کی عمارتوں کے اردگرد پانی کی سطح دو سے تین فٹ تک پہنچ گئی۔ تمام لوگ پریشان تھے۔ اشیاء خورونوش کی شدید کمی تھی۔ اردگرد کے مقامی لوگ گلیوں میں کشتیوں کے ذریعے آجا رہے تھے۔ تمام احمدی دعا اور صبر سے اس آفت کا بڑی بہادری سے مقابلہ کر رہے تھے۔

یہاں جماعتِ احمدیہ کی صداقت کا ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ وہاں کے مبلغ جناب ابنِ محی الدین صاحب اُس مسجد کے ساتھ والے کمرہ میں رہائش پذیر تھے جو عمارت کے گراؤنڈ فلور پر ایک کمرہ میں بنائی گئی تھی۔ وہاں کے احباب بتاتے ہیں کہ سیلابی پانی کی سطح ہر منٹ بعد بلند ہو رہی تھی اور پانی مسلسل اردگرد کے گھروں میں داخل ہو رہا تھا یہاں تک وہ پانی ہماری عمارت کے مرکزی گیٹ تک پہنچ گیا اور صرف چھ انچ پانی کی سطح مزید بلند ہو جانے پر گراؤنڈ فلور میں پانی داخل ہو سکتا تھا جہاں ہماری مسجد بھی تھی۔ اس موقع پر محترم جناب ابن محی الدین صاحب ہمارے ساتھ پانی کی سطح دیکھنے باہر تشریف لائے اور مرکزی گیٹ کے پاس پانی سے تقریباً ایک انچ اوپر ایک لائن کھینچ کر سیلابی پانی سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے سیلاب! مجھے اللہ تعالیٰ کے ایک سچے خلیفہ نے یہاں بٹھایا ہے اور میں اُس جماعت احمدیہ کی خدمت پر یہاں مامور ہوں جس کے امام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے، پس تُو بھی اب سن لے کہ اس لائن سے اوپر چڑھنے کی تجھے ہرگز اجازت نہیں ہے اور اگر تُو نے اس لائن سے اپنی سطح بلند کی تو تجھے پتہ ہے کہ ہماری مسجد نمازیوں کیلئے بند ہو سکتی ہے جو کبھی نہیں ہوگی جبکہ میں نے اپنا کمرہ بھی خالی نہیں کرنا کیونکہ مجھے جماعتی طور پر یہی کمرہ دیا گیا ہے۔

تمام احمدی احباب اس بات کے گواہ ہیں کہ پانی اُس سطح سے بلند نہیں ہوا اور آہستہ آہستہ اس کی سطح گرنی شروع ہوئی۔ پانی مکمل طور پر اُتر جانے کے چند دن بعد دو تین اجتماعی وقارِعمل کئے گئے جنہیں مقامی لوگوں نے کافی سراہا۔

پھر جلد ہی احمدیوں کے کیسز پاس ہونا شروع ہو گئے اور مختلف فیملیاں مختلف مغربی ممالک میں پہنچنے لگیں۔ یہاں کے حالات اب مکمل طور پر بدل چکے ہیں آج ہمارا یہاں کا ہر رفیوجی پاکستانی احمدی اگر پیچھے مُڑ کر ان حالات پر نظر ڈالے تو اسے صرف اور صرف ایک ہی چیز نظر آتی ہے یعنی ''ایک زندہ خدا''!

کہاں وہ ناامیدی خوف اور مایوسیوں سے بھری ہوئی کالی رات کے سائے، ہر ذہن پریشان، ہر دل میں ایک گمنام پچھتاوا، ہر نظر میں ایک بے نام سی اداسی، اگر امیگریشن کی پکڑ سے بچ بھی گئے تو پولیس کے ڈر سے اپنے کمروں کے اندر سہمے ہوئے۔ بچوں کے ہنسنے پر ان کے منہ پر ہاتھ دبا لینا کہ آواز باہر نہ جائے۔ کھڑکی کے باہر سڑک پر بھی اگر کوئی پولیس کی گاڑی نظر آئے تو اپنے کمروں کے دروازے بند کر لینا، بچوں کو خاموش رہنے کی تلقین کرنا یہاں تک کہ کھانسنے اور چھینک لینے سے پرہیز کرنا اور کمروں کی بتیاں بجھا دینا، کبھی اپنے کمروں میں بند اور کبھی امیگریشن کی بنائی ہوئی جیل میں قید اپنے بچوں اور عورتوں کی بے بسی، یہاں تک کہ قید کے دوران ایک سوکھی روٹی کو بھی ترسنا، روشنی اور تازہ ہوا سے محروم و مجبور یہ لوگ اب اسی ملک میں اپنے آپ کو خوش قسمت ترین لوگ جانتے ہیں۔

یہ ہے وہ حیرت انگیز تبدیلی جو کبھی اللہ کی مدد کے بغیر نہیں آسکتی اور یہی وہ حالت ہے جسے خلافت کی برکت سے خوف سے امن کی حالت میں تبدیل کرنے کا خدائی وعدہ کہتے ہیں۔ اب ہمیں وہ تلخ حالات و مسائل ایک ڈراؤنے خواب کی طرح لگتے ہیں، بُرا وقت خدا کے فضل سے گزر چکا ہے۔ آئے دن جب ہم میں سے کوئی اپنے اگلے ملک کو روانہ ہوتا ہے تو خوشی سے دعوتیں ہوتی ہیں اور جانے والے کو قافلہ کی صورت ایئر پورٹ پہنچا کر دعا کے ساتھ الوداع کیا جاتا ہے۔

حضورِ انور کی دعاؤں اور جماعت کی کوششوں سے یہ حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو چکی ہے کہ وہ مایوس لوگ جو تھائی لینڈ آنے پر اپنے آپ کو بدقسمت سمجھ رہے تھے وہ آج اپنے آپ کو خوش قسمت گردانتے ہیں کیونکہ انہوں نے مایوسیوں اور شدید پریشانیوں کی اس سیاہ دھند میں اپنے سچے خدا کو دیکھ لیا، خلافت کی برکت اور الٰہی نصرت کے عظیم نظاروں کے عینی گواہ بن گئے اور اس الٰہی وعدہ کو کہ 'اللہ تعالیٰ خلیفۃ اللہ کے ذریعے ہر خوف کو امن میں بدل دے گا' سو فیصد پورا ہوتے دیکھ لیا۔

اللہ تعالیٰ تھائی لینڈ کی مقامی جماعت کو بھی بے انتہا ترقیات سے نوازے اور یہاں کے نیک فطرت لوگ جلد از جلد اسلام کی آغوش میں آئیں۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کا سایہ تادیر سلامت رکھے کہ آپ نے اپنی بے پناہ عالمی مصروفیات کے باوجود اسیران کو اپنی خصوصی دُعاؤں میں یاد رکھا اور ہمارے حق میں جماعتی رنگ میں عالمی سطح پر آواز بلند کی اور نہایت پُرحکمت طریقہ سے اس مسئلہ کے حل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اسی طرح محترم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب (جو اپنی مصروفیات اور صحت کی کمزوری کے باوجود ایک لمبا سفر کر کے بار بار تھائی لینڈ آئے)، محترم مجیب اعجاز صاحب اور اُن کی اہلیہ محترمہ (جو امریکہ سے ایک لمبا سفر کر کے تھائی لینڈ آتے رہے)، محترم جناب حسن بصری صاحب امیر و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ سنگاپور، اسی طرح جماعت احمدیہ تھائی لینڈ کے مبلغ انچارج محترم اُونگ کُرنیا صاحب، محترم جمعہ خان صاحب معلّم سلسلہ، مکرم حافظ عمران احمد صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری، محترمہ ڈاکٹر ثریا صاحبہ صدر لجنہ، مکرم ابن محی الدین صاحب مبلغ سلسلہ اور رفیوجی کمیٹی کے ممبران بھی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ نیز وہ عالمی اور تھائی لینڈ کے ادارے جنہوں نے تمام مراحل کو آسان بنانے اور مظلوم احمدیوں کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کی ہمارے شکریہ کے حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آئندہ بھی احسن رنگ میں مظلوم اور مجبور لوگوں کی مدد کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

# عائلی تعلّقات

(ظہیر احمد خان۔ قائد تربیت مجلس انصار اللّٰہ یو کے)

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَايَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے مسلّط ہیں۔ وہ اللہ کی اس بارے میں جو وہ انہیں حکم دے نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو حکم دیئے جاتے ہیں۔

اس آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ خود کو بھی اور اپنے اہل کو بھی آگ سے بچاؤ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو خود کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم کا مخاطب کون ہے؟

ایک گھر کے بسنے والے لوگوں میں عموماً ایک مرد ہوتا ہے، جو خاوند کہلاتا ہے، ایک عورت ہوتی ہے، جو بیوی کی حیثیت رکھتی ہے اور تیسرا یونٹ ان کی اولاد ہوتی ہے۔ ان تینوں رشتوں میں سے یقیناً کوئی ہے جس کو براہ راست اس آیت میں مخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات تو بہر حال واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری گھر میں سے اس فرد کی قرار دی ہے جو گھر کے باقی افراد پر اپنا ایک اثر رکھتا ہے۔ یعنی گھر کا سربراہ، اور اس سربراہ خانہ کے فرائض میں سے ایک ذمہ داری اس کی یہ قرار دی گئی ہے کہ وہ خود بھی راہ راست پر رہے اور اپنے گھر والوں کو بھی نیکیوں پر گامزن کرنے کی سعی کرے۔

کسی بھی نظام کو چلانے کے لئے خواہ اس کا تعلق دنیا داری سے ہو یا روحانیت سے، اس سے تعلق رکھنے والے افراد کے اختیارات اور حقوق و فرائض الگ الگ اور ان کے کاموں کے اعتبار سے ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ اس نظام سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے اختیارات ایک ہی قسم کے ہوں۔

اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء:35)۔ یعنی مرد عورتوں پر اس فضیلت کے سبب سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو دوسروں پر دی ہے اور اس سبب سے کہ وہ اپنے مالوں میں سے عورتوں پر خرچ کر چکے ہیں نگران قرار دیئے گئے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی یہ کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اور باقی دو باتوں میں اس کی وجہ بیان کی گئی کہ مرد کو عورت پر قوّام اس لئے بنایا گیا کہ اللہ نے جو بعض کو بعض پر ایک گونہ فضیلت دی ہے، اسی کے تابع مرد کو بھی عورت پر یہ فضیلت دی گئی ہے اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ مرد اپنے اموال عورت پر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن اس فضیلت کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں مردوں کی غلام یا ان کے پاؤں کی جوتی ہوگئی ہیں اور مرد کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ عورتوں سے جس طرح چاہیں ظالمانہ سلوک کریں۔ نہیں بلکہ یہ جزوی فضیلت اور زائد اختیارات بالکل اُسی طرح ہیں جس طرح دنیا میں بعض احباب حل و عقد کو کچھ زائد اختیارات اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ تا وہ رعایا کی بھلائی اور بہتری کے لئے نظام کو چلائیں۔ پس مرد کے یہ زائد اختیارات اور جزوی فضیلت دراصل عورت کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (البقرۃ:229) یعنی اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے البتہ مردوں کو ان پر ایک قسم کی فوقیت بھی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

اس آیت میں قرآن کریم نے گھریلو زندگی کا ایک نہایت خوبصورت اصول بیان فرمایا جس کو اگر میاں بیوی اپنے مدنظر رکھیں تو ان کے گھریلو نظام میں کوئی رخنہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جہاں تک مرد وخواتین کے حقوق و فرائض کا تعلق ہے تو اس میں کسی قسم کا فرق نہیں وہ برابر ہیں اور جتنا مردوں کا عورتوں پر حق ہے اتنا ہی عورتوں کا مردوں پر حق ہے، ہاں مردوں کو بعض وجوہ کی بنا پر ایک قسم کی فوقیت بھی دی گئی ہے۔ اور اس فوقیت کی وجہ اوپر آیت کریمہ میں بیان ہو چکی ہے۔

قرآن کریم کے اوّل مخاطب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس معاملہ میں ایک نہایت زرّیں اصول بیان فرما کر اس آیت کریمہ کے مضمون کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ (صحیح بخاری کتاب العتق)۔ فرمایا تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔ وہ شخص جو لوگوں کا امیر ہے اس سے لوگوں کے متعلق سوال ہوگا، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی، غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کی بابت پوچھ گچھ ہوگی۔ سن لو کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔

آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد اس بات کو کھول کر بیان کر رہا ہے کہ کسی کو اختیارات کا مِل جانا اسے بڑا نہیں بنا دیتا بلکہ ان اختیارات کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، ان ذمہ داریوں کی ادائیگی ہی انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کی علامت ہے۔ پس قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں اہل خانہ کو اخروی جہنم کی آگ سے بچانے کی ذمہ داری اسلام نے اپنے اپنے

دائرہ کار میں میاں اور بیوی دونوں پر عائد کی ہے۔

اہل خانہ کی مالی اور دنیوی ضرورتیں پوری کرنے اور انہیں دینی اور روحانی لحاظ سے اسلامی تعلیمات پر قائم رکھنے کی ذمہ داری خاوند پر اور گھر کی چار دیواری کی ضرورتیں پورا کرنے اور بچوں کی تربیت کرکے انہیں دین کے مخلص، باوفا خادم بنانے کی ذمہ داری بیوی پر عائد کی گئی۔

اسلامی تعلیم کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی بات کو نامکمل اور ادھورا نہیں چھوڑتی۔ چنانچہ اس جگہ بھی اسلام نے بات کو صرف اختیارات اور ذمہ داریوں تک ہی محدود نہیں کیا، بلکہ تربیت کے معاملات میں اسلام نے یہ حکم دیا کہ اگر تم کسی کے مربی بننا چاہتے ہو تو پہلے اپنے نمونے قائم کر کے دکھاؤ۔ چنانچہ اس کے لئے قرآن کریم نے بانی اسلام حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود کو بطور نمونہ قرار دیا اور فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) یعنی تمہارے لئے اللہ کے رسول کی حیات طیبہ میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس کی تمہیں پیروی کرنی چاہئے۔

گویا اس میں یہ بات سمجھائی کہ اس رسول کامل کا ہر قول اس کے فعل کے عین مطابق ہے اور اس کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں، اس لئے اس انسان کامل کو ساری دنیا کے لئے ایک ماڈل قرار دیا گیا ہے۔

پھر مومنوں کو عام خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَاتَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَالَاتَفْعَلُونَ (الصف:43) یعنی اے ایمان والو تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو، جو کرتے نہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

پس اسلام نے میاں بیوی جن پر اپنے گھر کو اسلامی تعلیم کا گہوارہ بنانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ان کا اوّلین فرض یہ قرار دیا کہ ان کے باہمی تعلقات اور ان کے اقوال و افعال سے اسلامی تعلیمات کی عکاسی ہونی چاہئے، ان کے رشتے سچائی اور قول سدید کی بنیاد پر قائم ہونے چاہئیں اور اگر کبھی خدانخواستہ ان میں کسی بات پر اختلاف ہو تو اس میں اسلامی تعلیم ہی کی جھلک نظر آئے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے قرآن و حدیث میں میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے بارہ میں بہت سی زرّیں نصائح بیان ہوئی ہیں۔ کہیں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کی کمزوریوں سے صرف نظر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ (البقرة:188) یعنی بیویاں خاوندوں کا لباس ہیں اور خاوند بیویوں کے لباس ہیں۔

اور کہیں بیویوں کی نزاکت کے پیش نظر خاوندوں کو ہدایت فرمائی:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:20) کہ بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

بیوی پر خرچ کرنے کو بھی ایک نیکی قرار دیتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ (صحیح بخاری کتاب الغازی) کہ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا بھی ایک قسم کا اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي (سنن ترمذی کتاب المناقب) یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنے اہل کے لئے بہتر ہے اور میں تم میں سے اپنے اہل کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

میاں بیوی کے روحانی میدان میں ایک دوسرے کو توجہ دلانے کی ترغیب دلاتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنْ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنْ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ (سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ) یعنی اس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو اور تہجد ادا کرے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور اگر اس کی بیوی نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تا کہ وہ جاگ جائے اور رحمت نازل فرمائے اللہ اس عورت پر جو رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے اور وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

پھر قرآن کریم نے مومن خاوند اور مومنہ بیوی کی ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ ہمیشہ اپنے ربّ کے حضور یہ التجا کرتے رہتے ہیں کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:75) یعنی اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

اس دعا میں بھی سِرّ یہ ہے کہ جب میاں بیوی یہ التجا کریں گے کہ وہ متقیوں کے امام بنیں تو پہلے انہیں تقویٰ کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرنا پڑے گا کیونکہ کوئی غیر متقی متقیوں کا امام بننے کی کس طرح امید کرسکتا ہے؟

پھر نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لئے حضور ﷺ نے والدین کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَا إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ وَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبْ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق) کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ دعا پڑھ لے کہ اللہ ہمیں بھی اور ہماری اولاد کو بھی شیطان سے دور رکھنا تو ان کے ہاں اگر بچہ پیدا ہو تو شیطان نہ اسے ضرر پہنچا سکے گا اور نہ اس پر قابو پا سکے گا۔

پھر قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ میں ہمیں یہ دعا سکھائی:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراهيم:41) کہ اے میرے ربّ! مجھے اور میری اولاد میں سے ہر ایک کو عمدگی سے نماز ادا کرنے والا بنا دے اور اے ہمارے ربّ میری دعا قبول فرما۔

گویا اسلام اور بانی اسلام نے ہماری گھریلو زندگی کو جنت نظیر بنانے اور ہماری دینی و دنیوی زندگی کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کیلئے قدم قدم پر راہنمائی فرمائی اور پھر ہم پر ایک بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ ہمیں اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے عہد مبارک میں پیدا کیا جس کی آمد کی تمنا میں اور جس کے زمانہ کو پانے کے لئے اس اُمّت مرحومہ کے اخیار و ابرار نے خدا کے حضور بہت گریہ وزاری کی۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اس غلام صادق اور فرزند کامل نے اپنے آقا و مطاع کے نقش پا پر چلتے ہوئے اپنے متبعین کی تعلیم و تربیت کے لئے انہیں اسلامی تعلیمات کا درس

دینے کے ساتھ ساتھ اپنا نمونہ بھی ان کے سامنے پیش کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے۔اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307 مطبوعہ 2003ء)

اسی طرح ایک دفعہ ایک دوست کی شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔تو آپؑ نے فرمایا:

''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے''۔(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307 مطبوعہ 2003ء)

حضور علیہ السلام اپنا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا۔اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیّت الٰہی کا نتیجہ ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307 مطبوعہ 2003ء)

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں سے کیسی معاشرت کرتے تھے۔میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق تھے۔باوجودیکہ آپ بڑے بارُعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی۔تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 387 مطبوعہ 2003ء)

اللہ تعالیٰ نے ہم پر ایک اور بڑا احسان یہ فرمایا کہ تجدید دین کے لئے آنے والے اس مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے بعد ہم میں خلافت کا بابرکت سلسلہ جاری فرمادیا جس کی برکت سے ہر زمانہ میں خلفائے احمدیت ہماری اصلاح اور تربیت کے لئے ہمیں تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے موجودہ امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ہماری تربیت اور عائلی زندگی کا بہت فکر دامن گیر ہے اسی لئے حضور انور مختلف خطبات اور خطابات میں مسلسل ہمیں اس بارہ میں نصائح فرماتے رہتے ہیں جس کی ایک مثال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ خطبہ جمعہ ہے جو حضور انور نے از راہ شفقت مجلس انصاراللہ یوکے کے اجتماع 2017ء کے حوالہ سے ارشاد فرمایا اور انصاراللہ کو اُن کی سب سے اہم ذمہ داری یعنی نماز باجماعت کی پابندی کی طرف توجہ دلائی، کیونکہ نماز وہ شے ہے جو ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی کامیابیوں کی ضامن ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''شادی بیاہ کا تعلق بھی مرد اور عورت میں ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے عورت کو حکم ہے کہ اس معاہدے کی رُو سے ...... مثلاً خاوند کی ضروریات کا خیال رکھنا، بچوں کی نگہداشت کرنا، گھر کے امور کی ادائیگی وغیرہ۔اسی طرح مرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ بیوی بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہے۔ان کی متفرق ضروریات کی ذمہ داری اس پر ہے۔اور دونوں میاں بیوی نے مل کر بچوں کی نیک تربیت کرنی ہے اس کی ذمہ داری ان پر ہے۔تو جتنا زیادہ میاں بیوی آپس میں اس معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے اتنا ہی زیادہ حسین معاشرہ ہوتا چلا جائے گا۔''

مزید فرمایا:

''پس مردوں اور عورتوں دونوں کو ہمیشہ یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ تقویٰ سے کام لینا ہے، رشتوں میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے دعا کرنی ہے، ایک دوسرے کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا احترام کرنا ہے، اُن کو عزت دینی ہے اور جب بھی کوئی بات سُنی جائے، چاہے وہ کہنے والا کتنا ہی قریبی ہو میاں بیوی آپس میں بیٹھ کر پیار محبت سے اس بات کو صاف کریں تا کہ غلط بیانی کرنے والے کا پول کھل جائے۔اگر دلوں میں جمع کرتے جائیں گے تو پھر سوائے نفرتوں کے اور دُوریاں پیدا کرنے کے اور گھروں کے ٹوٹنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

(خطبات مسرور جلد4صفحہ566)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہماری یہ دنیا بھی جنت بن جائے اور جنت میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

## حضرت حکیم محمد زاہد صاحبؓ (آف شورکوٹ) کی چند روایات

❁ جب حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم (بچے) حضورؑ کے تیز چلنے کی وجہ سے ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ایک دفعہ سیر کے دوران حضورؑ کی سوٹی پر کسی کا پاؤں آ گیا اور سوٹی زمین پر گر گئی۔لیکن آپؑ نے اس وقت مُڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ کس کا پیر حضور کی سوٹی پر آ گیا ہے تا کہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو۔بالآخر کسی دوسرے آدمی نے لپک کر حضورؑ کو سوٹی پکڑا دی۔

❁ ایک دفعہ مَیں نے تربوز کھانا چاہا تو میرے والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ تربوز کو نمک کے ساتھ کھانا چاہئے۔

❁ حضرت صاحب جب آخری ایام میں لاہور آئے تو ''پیغام بلڈنگز'' میں حضورؑ کا لیکچر ہوا۔لیکچر کے بعد ایک شخص نے سوال پوچھا کہ مرغی کی گردن بلّی توڑ کر لے گئی وہ پھڑک رہی ہے۔اس کے متعلق کیا حکم ہے، اُسے کس طرح ذبح کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا کہ جس مرغی کی گردن بلّی توڑ کر لے گئی ہے وہ زندہ تو نہ ہوگی اور پھر دو چار آنے کے واسطے ایمان میں خلل ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے!۔

❁ اُنہی دنوں لاہور پیغام بلڈنگز میں چند ایرانی بیعت کے لئے آئے۔ان کو بیعت کے لفظ فارسی میں کہلائے۔ چونکہ وہ اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تھے حضرت صاحب کو بعض دفعہ الفاظِ بیعت دہرانے پڑتے تھے۔بیچ میں بعض دفعہ مولوی محمد احسن امروہی صاحب بول پڑتے تھے۔حضرت صاحب نے اُن کو فرمایا کہ جب ہم خود موجود ہیں تو آپ کو پڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

# یادوں کے دریچے سے

(عبدالرحمٰن شاکر)

## حضرت مولوی غلام حسین ایاز صاحب

خاکسار کے ایک ہم زلف حکیم محمدؐ نذیر صاحب احمدی (آف موضع منگڑیل ڈاکخانہ صابووال ضلع شاہ پور) جنگ عظیم ثانی میں انگریزی فوج کے محکمہ سپلائی میں بھرتی ہوکر برما، سنگاپور اور جاوا تک گئے تھے۔ 46-1945ء میں وہ تقریباً گیارہ ماہ سنگاپور میں مقیم رہے۔ وہاں مکرم محترم مولوی غلام حسین صاحب ایاز مرحوم کے ہمراہ اکثر نشست و برخاست رہی جو کافی بے تکلفی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ حکیم صاحب موصوف نے مجھے مندرجہ ذیل حالات لکھوائے تھے جو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

مکرم حکیم محمد نذیر صاحب نے 1945ء میں راقم الحروف (عبدالرحمٰن شاکر) کو سنگاپور سے لکھا کہ اگر سنگاپور میں کوئی احمدی مبلغ موجود ہوں تو ان کا ایڈریس بھجواؤ۔ میں نے ان کو مولوی غلام حسین صاحب کا پتہ دے دیا۔ حکیم صاحب اپنی فوج کے ہمراہ کرنجی کیمپ میں جو سنگاپور سے گیارہ میل دور تھا مقیم تھے۔ میرا خط لے کر نمبر 111 اونن روڈ پہنچے۔ مولوی صاحب کو میرا تعارفی خط دیا۔ وہ ان سے مل کر بے حد خوش ہوئے اور بہت گرم جوشی سے باتیں ہوئیں۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد رخصت ہوکر واپس چلے آئے۔

حکیم صاحب نے واپس کیمپ میں آکر دیگر احمدی دوستوں کو بھی مولوی صاحب سے ملاقات کا ذکر سنایا۔ تمام دوست خوش ہوئے۔ اگلے جمعہ کو بہت سے دوست جمعہ پڑھنے کے لئے مشن ہاؤس پہنچ گئے۔ مولوی غلام حسین صاحب اُس دن بے حد مسرور تھے۔ جاپانی قبضہ سنگاپور کے بعد پہلی مرتبہ احمدیوں سے ملاقات ہوئی۔ اور اُن میں سے بعض خاص قادیان کے باشندے تھے۔ پھر کیا تھا ہر جمعہ اور اتوار کو مشن ہاؤس میں اجتماع ہونے لگا۔ پچاس ساٹھ کے قریب احمدی جن میں افسر اور ماتحت سبھی ہوتے تھے آیا کرتے۔ باجماعت نماز ادا ہوتی۔ مولوی صاحب کی ایمان افزاء تقریریں، نہایت درجہ سبق آموز گزشتہ واقعات بے حد لطف دیتے تھے۔

سنگاپور پر جاپانی قبضہ سے پہلے مولوی صاحب موصوف خود کپڑے کی پھیری لگایا کرتے تھے جس سے وہ کافی کچھ کما لیا کرتے تھے اور جدھر نکل جاتے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک موٹر بوٹ خریدی ہوئی تھی جو مختلف مقامات کے درمیان لوگوں کا سامان تجارت لے جاتی تھی۔ اس پر ایک آدمی ملازم رکھا ہوا تھا۔ اس کی بھی آمدنی ہوتی تھی۔ تیسرے ایک موٹر لاری بھی خریدی ہوئی تھی وہ بھی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ تھا۔ چوتھے مولوی صاحب گاہے گاہے سیالکوٹ سے کھیلوں کا سامان منگوا کر فروخت کر لیا کرتے تھے مگر جاپانی قبضہ کے بعد یہ تمام ذرائع آمدنی مسدود ہوگئے۔ اُوپر سے بوجہ جنگ ڈاک کا سلسلہ قطعی طور پر بند تھا۔ مولوی صاحب کو مرکز سے کسی قسم کی کوئی امداد نہیں پہنچ سکتی تھی۔ غرضیکہ سخت ابتلاء کے دن تھے اور نہایت تنگی سے گزر اوقات کرتے تھے۔

پھر مولوی صاحب اکیلے ہوتے تو ایک بات بھی تھی۔ انہوں نے دو چینی خاندانوں کو جن کے کمانے والے افراد مر گئے تھے محض خوف خدا کر کے اپنے مکان میں پناہ دے رکھی تھی۔ اور اُن کے ہر قسم کے اخراجات کے کفیل تھے۔ اُن دنوں بوجہ فوجی حکومت ہونے کے تمام انتظامات درہم برہم تھے۔ ضروریات زندگی تو کجا معمولی سادہ کھانا بھی مشکل سے میسر آتا تھا۔ مگر مولوی صاحب ان دونوں خاندانوں کو تسلّی دیتے رہتے اور کہا کرتے تھے کہ تم منہ میں کچھ ڈالو گے تو تب خود کھاؤں گا۔ کمال دل سوزی سے ان کی ضروریات پوری کرتے۔ انہی ایاّم میں بعض اوقات مولوی صاحب پر ایسے آئے کہ سرس کی قسم کے ایک درخت کے پتے اُبال کر کھایا کرتے تھے۔

غرضیکہ خواجہ دل محمدؐ صاحب ایم۔ اے کا یہ شعر گویا انہی کے لئے موزوں ہوا تھا

اپنی فکر نہ کچھ کریں ملک وطن کے داس
سُوئی ننگی خود رہے اور سب کا سئے لباس

آخر کار چار سال متواتر غیر متوازن غذا کھانے اور سختیاں جھیل جھیل کر مولوی صاحب کی صحت بالکل تباہ ہوگئی اور مرض بیری بیری Beri Beri ہوگیا اور جسم محض ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

انہی ابتدائی ایام میں مولوی صاحب نے حکیم محمد نذیر صاحب سے کہیں ذکر کر دیا کہ ان کے ذمہ ایک معقول رقم قرض ہو چکی ہے جس کے اُتارنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو حکیم صاحب نے جھٹ اپنی گرہ سے تین صد ڈالر سنگاپوری (اُس زمانہ میں ایک ڈالر سنگاپوری = ڈیڑھ روپیہ ہندوستانی) مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا اور کیمپ میں آکر دوسرے احمدی دوستوں سے بھی ذکر کر دیا اور اُن سب کو غیرت دلائی کہ ہمارا مبلّغ سخت پریشانی میں ہے کیوں نہ ہم سب مل کر اس کی امداد کریں؟ چنانچہ تمام دوستوں نے اپنی ہمت سے بڑھ چڑھ کر ایک معقول رقم جمع کی اور چپکے سے مولوی صاحب کے حوالے کر دی۔ جس سے نہ صرف مشن کا تمام قرضہ اُتر گیا بلکہ مولوی صاحب کی صحت پر بھی بہت اچھا اثر پڑا۔ کیپٹن ڈاکٹر حافظ بدرالدین صاحب (حال بورنیو) اور کیپٹن ڈاکٹر عمرالدین صاحب (حال راولپنڈی) نے علاج معالجہ بھی شروع کیا جس سے صحت بہتر ہوگئی اور مولوی صاحب چاق وچوبند ہوگئے۔ مولوی غلام حسین صاحب نے سخت تکالیف برداشت کیں۔ فاقے بسر کئے۔ مگر بنک میں جو رقم (اڑھائی ہزار ڈالر) جمع کرائی ہوئی تھی اُسے ہاتھ نہ لگایا۔ کیونکہ وہ جماعتی چندوں کی رقم تھی۔ اور بوجہ سلسلہ مواصلات بند ہونے کے مرکز میں بھجوا نہ سکے تھے۔ بعد میں راستے کھلنے پر انہوں نے وہ رقم قادیان بھجوا دی۔ سبحان اللہ کیا قربانی ہے!

حکیم صاحب نے اپنی پہلی ملاقات کے بعد مولوی صاحب کو اپنے کیمپ میں دعوتِ طعام دی۔ وہاں گندم کی روٹی دیکھ کو مولوی صاحب نے فرمایا کہ آج چار سال کے بعد گندم کی روٹی میسّر آئی ہے ورنہ جاپانی قبضہ میں تو چاول بھی بمشکل نظر

آیا کرتے تھے۔ گندم کا ذکر ہی کیا۔

مولوی صاحب نے اپنے دفتر میں ایک ملائی احمدی سکول ماسٹر کو کچھ اُجرت پر رکھا ہوا تھا جو اپنے فارغ اوقات میں انگریزی اور عربی خطوط ٹائپ کر دیا کرتا تھا اور سائیکلو سٹائل مشین پر تبلیغی ہینڈ بل بھی طبع کر دیا کرتا تھا۔ جو مولوی صاحب تقسیم کیا کرتے تھے۔ انہی دنوں ایک ڈچ ڈاکٹر بھی وہاں آیا تھا یہ شخص غیر مبائع تھا مگر مولوی صاحب سے دو ہفتے تک گفتگو کر کے مبائع ہو گیا تھا۔ بڑا نیک بخت، تہجد گزار اور شریف انسان تھا۔

مولوی صاحب کی زندگی ہر لحاظ سے بڑی سادہ تھی۔ لباس بھی سادہ تھا۔ تکلّف نام کو بھی نہ تھا۔ رات کو مسجد کے فرش پر ہی سو رہتے تھے۔ اپنے وعظ و نصیحت میں زیادہ طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے پر زور دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اعمال سے اسلام کی سچائی کا ثبوت دو۔ اور جو کہتے ہو اس کے مطابق عمل بھی کر کے دکھاؤ۔

آپ نے ملائی زبان میں سلسلہ کی بعض کتب کے تراجم بھی کئے تھے۔ ملائی زبان پر خوب عبور حاصل تھا۔ ڈاکٹر بدرالدین صاحب نے جب قرآن مجید حفظ کیا تو آخری پارے مولوی صاحب اُن سے روزانہ سُنا کرتے تھے کہ اچھی طرح حفظ ہو گئے ہیں کہ نہیں۔!

آخر جولائی 1946ء میں حکیم محمد نذیر صاحب رخصت پر ہندوستان آئے۔ مولوی صاحب سے ملاقات کے لئے گئے تو مولوی صاحب کہنے لگے: ''محمد نذیر! دل میرا بھی بہت چاہتا ہے کہ وطن جاؤں مگر جب تک حضرت صاحب کی اجازت نہ آ جائے کیونکر جا سکتا ہوں۔'' پھر فرمانے لگے کہ ''تم جو جا رہے ہو حضرت صاحب سے ملاقات کرنا اور میرے تمام حالات عرض کر دینا۔ تم اپنی طرف سے اشارۃً و کنایۃً کچھ کہہ سکو تو کہہ دینا مگر میری طرف سے ہرگز نہ کہنا کہ واپس آنے کو دل چاہتا ہے۔'' اس کے بعد حکیم صاحب کو حضرت کے حضور عرض کرنے کے لئے مختصر نوٹ لکھوائے کہ ان کو سامنے رکھ کر تفصیل سے عرض کر دینا۔

حکیم صاحب 2/اگست 1946ء کو قادیان پہنچے۔ حضرت صاحب اُن دنوں اپنی نو تعمیر شدہ کوٹھی واقع ڈلہوزی میں تشریف فرما تھے۔ حکیم صاحب نے راقم الحروف سے کہا کہ چلو ڈلہوزی چلیں۔ حضرت صاحب کی زیارت کر آئیں۔ میں نے حکیم صاحب کے چہرے پر اشتیاق کی جھلک کچھ زیادہ ہی دیکھ کر پوچھا کہ کیا کوئی خاص بات ہے۔ مگر مجھے اس وقت کچھ نہ بتایا۔ یہی کہ بس تم میرے ساتھ ڈلہوزی چلے چلو۔ حضرت صاحب سے ملاقات کر آئیں گے اور سیر تو ہو ہی جائے گی۔

اب جو مولوی صاحب درجۂ شہادت پا گئے ہیں اور من قضیٰ نحبہٗ کے حقیقی مصداق ہو گئے ہیں تو ایک گونہ خوشی بھی ہوتی ہے کہ ہمارا ایک پُرانا دوست کس قدر آگے بڑھ گیا ہے مگر اُن کی غربت اور بے وطنی کی موت سے دل کو صدمہ بھی ہوتا ہے۔ میں تو ان کو یاد کر کے حسب ذیل شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

آدمی ۔ اور قیودِ تن و سر سے گزرے!
کیا فرشتے تھے جو اس راہ گزر سے گزرے

.........................

## ربّ کریم ............ ہمارا مشکل کشا

ملکی تقسیم کے آخری ایام میں خاکسار ٹی آئی سکول قادیان میں کلرک تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ اب کسی وقت بھی ہم کو یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ ضروری رجسٹر الگ رکھ رہا تھا کہ یکا یک ایک قوی ہیکل سکھ فوجی رائفل لیئے آ گیا۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ میں نے کہا دفتر کے کاغذات دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت میرے ہاتھ میں پچاس کے قریب میٹرک کی سندات جو کامیاب طالب علموں نے وصول نہیں کی تھیں اس کی طرف وہ دیکھنے لگا اور میرے ہاتھ سے چھین لیں اور اوپر کی دس بارہ سندیں پھاڑ کر ایک طرف پھینک دیں اور وہاں سے چلا گیا۔

آخر ہم قادیان سے نکلے اور 6 نومبر 1947ء کو چنیوٹ آئے۔ نارمل سکول کی صفائی کر کے سکول جاری ہو گیا۔

ایک دن ابوذر صاحب جو ان دنوں گروٹ تحصیل خوشاب میں معلم تھے آ گئے۔ وہ میرے واقف تھے۔ بیٹھ کر کہنے لگے کہ یہ لڑکا میرا عزیز ہے اس کو داخل کرانا ہے۔ میرے ساتھ لڑکے کا والد بھی ہے۔ ہم غریب آدمی ہیں اس کی فیس معاف کر دی جائے۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سیّد محمود اللہ شاہ سے بات کی۔ وہ فرمانے لگے جہاں باقی لڑکے ہمارے پاس ایسے ہی ہیں ایک اور سہی۔

پھر صاحب موصوف نے مجھے آہستہ سے کہا کہ ہم تینوں رات کے بھوکے ہیں تم گھر کہلا بھیجو کہ کھانا تیار کریں۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ میں خود فاقے سے تھا۔ اب مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ میری گھبراہٹ کا بس خدا تعالیٰ ہی کو علم تھا۔ اسی گھبراہٹ میں باہر سڑک پر نکل آیا اور دعا کی کہ خدایا زمین سے دو یا آسمان سے۔ اب میری تو عقل حیران ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ جھنگ کی طرف سے ایک فوجی جیپ آئی اور میرے قریب آ کر رک گئی۔ اندر سے ایک نوجوان فوجی اترا اور بڑی بے تکلفی سے کہنے لگا کہ شاکر صاحب سلام۔ میں نے جواب تو دیا۔ میں اسے پہچان نہ سکا۔ وہ کہنے لگا واہ آپ، قادیان میں ہمارے ہی محلّہ میں ریلوے سٹیشن کے قریب ہمارا گھر تھا۔ محمد حسین افریقہ والے میرے والد تھے۔ تب میں نے اسے پہچان لیا۔

وہ کہنے لگا کہ تقسیم کی وجہ سے ہندوؤں کے بہت سارے عہدے فوج میں خالی ہو رہے ہیں ایسا ہی ایک عہدہ میرے لئے بھی نکلا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ میٹرک کا سرٹیفکیٹ لاؤں۔ آپ مجھے میرا میٹرک کا سرٹیفکیٹ عنایت کر دیں اور میں ابھی واپس جا کر بڑے افسر کے سامنے پیش کر دوں۔

میں نے کہا کہ کچھ سندات تو ایک سکھ نے پھاڑ دیں تھیں کچھ بچ گئیں وہ دیکھتا ہوں شاید اس میں تمہارا کام بن جائے۔

وہ مجھے اس قدر لجاجت سے کہتا تھا کہ شاکر صاحب جلدی کریں آپ جس قدر چاہیں مجھ سے روپے لے لیں مگر سند تلاش کر دیں۔ چنانچہ اس نے میرے سامنے ایک رومال بچھا کر پچاس ساٹھ روپے رکھ دیئے۔

میں نے دفتر جا کر دیکھا تو اُسی لڑکے کی سند اوپر ہی پڑی تھی۔ وہ سند لے کر فوراً واپس چلا گیا: ''رکھ لی میرے خدا نے میری بے کسی کی شرم''۔

# تاریخِ احمدیت برطانیہ سے ایک ورق اور چند مخلصین کا ذکرِ خیر

(بشیر احمد خان رفیق)

1959ء میں احمدیہ مرکز لندن دو مکانات پر مشتمل تھا۔

63 میلر وز روڈ مرکزی عمارت تھی۔ اس میں بیسمنٹ کے علاوہ تین منزلیں تھیں۔ بیسمنٹ میں کچن کے علاوہ دو بڑے کمرے تھے۔ اس کے علاوہ دفاتر کیلئے دو کمرے مختص تھے۔ اوپر کی منزلیں امام صاحب کی رہائش کیلئے مخصوص تھیں۔

61 میلر وز روڈ ایک وسیع و عریض بلڈنگ تھی۔ بیسمنٹ کے علاوہ گراؤنڈ فلور اور اوپر دو منزلیں تھیں۔

ابتداء میں جب مسجد کیلئے قطعہ زمین خریدا گیا تو اس میں 63 میلر وز روڈ اور ایک ایکڑ پر مشتمل ایک قطعہ تھا۔ 61 میلر وز روڈ کسی انگریز کی ملکیت تھا جو مسجد بن جانے کے بعد جماعت کا بے حد مخالف ہو گیا اور اُس نے، اس بات پر کہ مسجد میں اذان دینے سے اس کی Privacy متاثر ہوتی تھی، عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا۔ جنگ عظیم دوم کے دنوں میں جب مسجد کے اردگرد بھی بم گرنے لگے تو اس نے مکان کے آگے برائے فروخت کا بورڈ لگا دیا لیکن یہ شرط لگا دی کہ اسٹیٹ ایجنٹ یہ مکان مسجد کے کسی فرد کو فروخت نہ کرے۔ حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمسؓ ان دنوں امام مسجد تھے۔ انہوں نے ایک انگریز نومسلم کو اسٹیٹ ایجنٹ کے پاس بھیجا جس نے مکان خریدنے کی آفر دی کی جو مکان کے مالک نے قبول کر لی۔ اس طرح مکان پہلے اس انگریز نومسلم کے نام اور پھر جماعت کے نام منتقل ہو گیا۔ اس مکان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کے گراؤنڈ فلور پر مقیم رہے تھے۔

63 میلر وز روڈ کا مشن ہاؤس بھی تاریخی عمارت تھی۔ اس میں 1967ء کے دورۂ انگلستان کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قیام فرمایا تھا۔ مسلم دنیا کے عظیم مشاہیر، سکالرز اور لیڈرز بھی یہاں تشریف لائے تھے جن میں پریزیڈنٹ ٹب مین (آف لائبیریا)، شاہ فیصل (آف سعودی عرب)، شاہ ادریس (آف لیبیا)، سر علامہ محمد اقبال (پاکستان کے قومی شاعر)، سر فیروز خان نُون (جو بعد میں پاکستان کے وزیر اعظم بھی رہے)، قائد اعظم محمد علی جناح (بانی پاکستان) اور سر ایف ایم سنگھاٹے (گورنر جنرل دی گیمبیا) وغیرہ شامل ہیں۔ یہ دونوں عمارات 1970ء میں نئی عمارت کی تعمیر کے بعد مسمار کر دی گئیں۔

1959ء میں خدام الاحمدیہ لندن کی تنظیم قائم تھی۔ مکرم ملک خلیل الرحمٰن صاحب قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ نہایت فعال اور مخلص کارکن تھے۔ 1962ء میں خاکسار کو مرکز نے مجالس خدام الاحمدیہ برطانیہ کا پہلا نائب صدر مقرر کیا۔ ان دنوں صدر مجلس خدام الاحمدیہ عالمگیر ربوہ میں ہوا کرتے تھے اور بیرونی ممالک میں قائدین ہوا کرتے تھے۔ ہر قائد کی منظوری ربوہ مرکز سے بھجوائی جاتی تھی۔ 1962ء میں یہ نظام بدل کر ہر ملک کے مشنری انچارج کو نائب صدر خدام الاحمدیہ بنا دیا گیا۔ اُس وقت چوہدری رحمت خان صاحب امام تھے لیکن اُن کی عمر اس وقت 65 سال تھی اس لئے مَیں باوجود نائب امام ہونے کے نائب صدر مقرر کیا گیا۔

اُس وقت لجنہ اماء اللہ یو کے کی صدر مسز ڈاکٹر نسیم صاحبہ تھیں۔ محترم ڈاکٹر نسیم صاحب مرحوم الہ آباد ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج تھے۔ 1959ء میں مجلس عاملہ انگلستان کے جنرل سیکرٹری تھے۔ مسز نسیم کے بعد کچھ عرصہ مسز اشرف صدر رہیں۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک مسز ڈاکٹر عبدالسلام صدر لجنہ برطانیہ کے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ اُن کے دَورِ صدارت میں لجنہ نے بہت ترقی کی۔ نئی مجالس قائم ہوئیں اور سالانہ اجتماعات کا آغاز ہوا۔

مسجد فضل لندن میں ان دنوں ہیٹنگ کا انتظام بہت کمزور تھا۔ سردیوں میں چونکہ نمازی تھوڑے ہوتے تھے اور ہیٹنگ پر بہت خرچ آتا تھا اس لئے ماہ نومبر کے آخر سے ایسٹر کی چھٹیوں تک مسجد عموماً مقفل رہتی تھی اور نمازیں مشن ہاؤس میں ادا کی جاتی تھیں۔ انگلستان میں اس زمانہ میں شدید سردی پڑتی تھی۔ دسمبر، جنوری، فروری اور بسا اوقات مئی میں بھی برفباری ہو جایا کرتی تھی۔ سردیوں کی سب سے بڑی مصیبت دھند ہوا کرتی تھی جو بعض اوقات تین چار دن تک رہتی تھی۔ اس شدید دھند میں اکثر Visibility چند فٹ تک رہ جایا کرتی تھی۔ یہ موسم دمہ کے مریضوں کیلئے بہت خطرناک ہوا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ 1960ء میں ایک مرتبہ مَیں قریبی بازار سے مشن ہاؤس واپس آ رہا تھا کہ اچانک گہری دھند چھا گئی اور Visibility تقریباً صفر ہو گئی۔ مَیں سخت پریشانی کا شکار ہوا۔ راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سردی کی شدّت اس کے علاوہ تھی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ میں فٹ پاتھ پر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور شدید گھبراہٹ کا شکار ہوا۔ دعائیں کیں کہ مولیٰ کریم کسی طرح گھر تک پہنچا دے۔ اس گھبراہٹ میں میرے قریب آہٹ ہوئی۔ میں نے مدد کی درخواست کی۔ ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کہاں تک جانا ہے۔ میں نے پتہ بتایا تو کہنے لگا میں نے بھی اسی سڑک پر جانا ہے، میرا ہاتھ پکڑ لو، مجھے راستے کا کچھ اندازہ ہے۔ چنانچہ میں نے اندھے کی طرح اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا شروع کیا اور کچھ دیر بعد گھر پہنچ کر اُس انگریز کا دلی شکریہ ادا کیا۔ میری بیوی بھی میری وجہ سے سخت پریشان تھی۔ ہم دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

1965ء میں لندن کو De-smoke کر کے تمام کارخانوں کو لندن سے باہر لے جایا گیا جس کی وجہ سے دھند سے نجات ملی۔ کوئلہ جلنے کی وجہ سے لندن کی عمارات سیاہ رہتی تھیں۔ بعد میں ہاؤس آف پارلیمنٹ اور سینٹ پال کیتھیڈرل وغیرہ کو کئی ملین پاؤنڈز کے خرچ سے صاف کیا گیا۔

اُن دنوں عیدین کی تقریبات کے بعد تمام حاضرین کو مسجد کی طرف سے کھانا پیش کیا جاتا تھا۔ چونکہ مشن کھانے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے احباب جماعت سے چندہ کی اپیل کی جاتی تھی۔ ساری ساری رات مشن ہاؤس کے

Basement میں کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ میں خود بھی رات بھر کارکنان کے ساتھ کھانا پکانے کی ڈیوٹی دیا کرتا تھا۔ غیر از جماعت دوست بھی کثرت سے عیدین کے مواقع پر ہماری مسجد میں تشریف لاتے تھے جن میں بالخصوص ترکی وقبرص کے مسلمان اور ہندوستان و پاکستان کے دوست شامل تھے۔ اردگرد کے ہمسایوں اور دیگر معززین کو بھی عید کے کھانے کی دعوت دی جاتی تھی۔ عید کا سارا دن مسجد سے ملحقہ باغ میں گزر جایا کرتا تھا۔ لوگ شام کو چائے کے بعد رخصت ہوتے تھے۔ اسی قسم کی عیدالاضحیہ کی ایک تقریب میں 1931ء میں قائداعظم جناب محمد علی جناح بھی تشریف لائے تھے اور کھانے کے بعد انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز تقریر بھی فرمائی تھی۔

مشن میں 15 روزہ میٹنگز کا انعقاد ہوتا تھا جن میں غیر مسلم اور غیر از جماعت مشاہیر کو مدعو کیا جاتا تھا۔ مختلف موضوعات پر تقاریر کرائی جاتی تھیں۔ 1960ء میں اسلامی فقہ کے عظیم سکالر Mr Anderson، جو عیسائی تھے اور لندن یونیورسٹی میں اسلامی فقہ کے استاد تھے، مسجد تشریف لایا کرتے تھے۔ موصوف نے ہماری بعض میٹنگز میں تقاریر بھی کیں۔ انہوں نے اسلامی فقہ کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ اسی قسم کی میٹنگز میں گول میز کانفرنسوں کے ایام میں مشہور شاعر علامہ اقبال اور ہندوستان کے مشہور صحافی مولانا غلام رسول مہر بھی مسجد تشریف لاتے رہے۔ 1960ء میں ان میٹنگز کے روح رواں عبد العزیز دین صاحب اور حضرت میر عبدالسلام صاحبؓ ہوا کرتے تھے۔

حضرت میر عبدالسلام صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہندوستان کی ٹیم میں بطور باؤلر کے شامل تھے۔ بعد میں آپؓ مستقلاً لندن میں مقیم ہوگئے۔ آپؓ کو انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا اور بہت عالم فاضل شخص تھے۔ اتوار کو ہائیڈ پارک کارنر میں اسلام واحمدیت پر تقاریر کیا کرتے تھے۔ میں وہاں اردگرد کے لوگوں کو حضرت میر صاحبؓ کی تقریر سننے کیلئے جمع کیا کرتا۔ حضرت میر صاحبؓ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ تقریر اور محفل سوال و جواب کے بعد آپؓ ماربل آرچ میں واقع Lyons Cafe میں جاکر چائے پیا کرتے تھے۔ مجھے بھی دعوت دیتے اور قادیان و سیالکوٹ کے قصے سناتے۔ آپؓ سیالکوٹ کے امیر جماعت بھی رہ چکے تھے۔ علم کا سمندر تھے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور بہت فائدہ اٹھایا۔ آپؓ اکثر مشن ہاؤس میں منعقد ہونے والی میٹنگز کی صدارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ حضرت میر صاحبؓ کی وفات لندن میں واقع ہوئی اور بروک وڈ میں ان کی تدفین ہوئی۔ غالباً وہ انگلستان میں دفن ہونے والے واحد صحابی ہیں۔

اس وقت کے امام مکرم مولود احمد خان صاحب دہلی کے رہنے والے تھے۔ دہلی سے گریجوایشن کی تھی اور انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا۔ علمی شخصیت تھے اور بہت اچھے مقرر تھے۔ میں ان کا نائب اور مجلس عاملہ میں جنرل سیکرٹری تھا۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کا سلوک مجھ سے مشفقانہ رہا۔ آپ 1962ء میں واپس تشریف لے گئے۔ آپ کی جگہ مکرم چوہدری رحمت خان صاحب امام مقرر ہوئے۔ آپ معمر تھے اور میں آپ کا نائب تھا۔ ان کی نسبت بہت چھوٹی عمر کا تھا۔ لیکن اُن کی شفقت اور حسن سلوک نے مجھے کبھی عمروں کے اس فرق کا احساس نہ ہونے دیا اور ہم دونوں میں بے حد ہم آہنگی رہی۔ آپ 1964ء کے ابتداء میں بیمار پڑ گئے اور خود واپسی کی درخواست کی جو منظور ہوگئی۔ آپ کی جگہ اس عاجز کو خداتعالیٰ نے امام و مشنری انچارج کے عہدہ پر فائز ہونے کا شرف بخشا۔

جناب بلال نٹل صاحب انگریز نومسلم تھے۔ نہایت خوش طبع مخلص اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عاشق تھے۔ 1926ء میں جب مسجد فضل لندن کا افتتاح ہوا تو انگریزوں کی طرف سے آپ نے اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ نے پہلی اذانیں دی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اسی نسبت سے آپ کا اسلامی نام بلال رکھا۔ 1965ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وصال ہوا تو بلال نٹل صاحب مرحوم کا صدمہ سے برا حال ہوگیا۔ ابھی خلافت ثالثہ کے انتخاب کی خبر نہیں آئی تھی کہ بلال نٹل صاحب میرے پاس تشریف لائے اور جیب سے ایک تصویر نکالی۔ یہ تصویر مجھے دیتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ تصویر میں نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی اُس زمانہ میں اتاری تھی جب وہ آکسفورڈ میں پڑھا کرتے تھے، اور مجھے یقین ہے کہ اب یہ جماعت کے خلیفہ ہوں گے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے یقین ہے تو کہنے لگے کہ میں نے ان دنوں آپ کو بہت قریب سے دیکھا ہے جب آپ آکسفورڈ سے لندن تشریف لاکر مشن ہاؤس میں مقیم ہوتے تھے تو میں بھی مشن کے بیسمنٹ میں رہائش پذیر ہوجایا کرتا تھا اور ہمارا اکثر وقت اکٹھے گزرتا تھا۔ اس جوانی کے عالم میں بھی میں نے آپ کو بے حد متقی، منکسر المزاج اور نیک نوجوان پایا تھا اس لئے مجھے یقین ہے کہ یہ اگلے خلیفہ ہوں گے۔ اگلے دن مسٹر نٹل میرے ساتھ دفتر میں بیٹھے تھے کہ مکرم کپتان محمد حسین صاحب چیمہ مرکز سے آمدہ تار لے کر دفتر میں داخل ہوئے۔ تار کھولی تو خبر یہ تھی کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوگئے ہیں۔ میں نے تار مسٹر نٹل کی طرف بڑھا دی۔ نٹل بے اختیار رونے لگ پڑے۔ میں نے کہا یہ تو خوشی کی خبر ہے۔ کہنے لگے بلاشبہ یہ خوشی کی خبر ہے، مجھے تو ان کے محترم والد صاحب کی یاد آگئی جو میرے محسن تھے اور مجھ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

نٹل صاحب اکثر کئی کئی دن تک مشن ہاؤس آکر ہمارے مہمان ہوتے تھے۔ مسجد و مشن ہاؤس کی صفائی کرنے میں انہیں خاص لطف آتا تھا۔ دیسی کھانے بھی پکانا جانتے تھے۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

انہیں دنوں ایک اور نومسلم مسٹر سمر سے بھی میری ملاقات ہوئی جو بعد میں گہری دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ آپ اسلام اور احمدیت کے شیدائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میرے سرہانے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' ہر وقت موجود رہتی ہے اور کوئی رات ایسی نہیں آتی کہ میں اس کے چند صفحات پڑھ کر نہ سوؤں۔ ماہوار چندہ کی ادائیگی میں نہ صرف باقاعدہ تھے بلکہ سب سے زیادہ چندہ انہی کا ہوا کرتا تھا۔ طبعاً خاموش انسان تھے۔ لمبی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور مسجد میں لمبا وقت خاموش بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

اُس زمانے کا انگلستان آج کے انگلستان سے بالکل مختلف تھا۔ اگرچہ سہولیات جیسے فرج، فریزر اور کاروں کی ریل پیل وغیرہ تو نہیں تھی لیکن لوگوں میں

اعلیٰ اخلاق اور دیانت آج سے کہیں زیادہ تھے۔ راہ چلتے انگریز ایک دوسرے کو Good morning یا Good evening کہنے کے عادی تھے۔ ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ آج سے کہیں زیادہ تھا۔ دیانت کا یہ عالم تھا کہ صبح سویرے منہ اندھیرے دودھ والا آکر گھروں کے باہر دودھ کی بوتلیں رکھ جاتا اور ہفتے کے ہفتے پیسے لے جاتا۔ مَیں نے مہینوں دودھ والے کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ ہر جمعہ کو دودھ کی بوتلوں کے نیچے اپنا بل رکھ جاتا تھا اور مَیں ہفتہ کی صبح بوتلوں کے نیچے نقد رقم یا چیک رکھ دیتا تھا۔ اُن دنوں سودا سلف کی Free home delivery کا عام رواج تھا۔ میں بھی مشن کے قریب ایک گروسری کی دوکان میں فون پر آرڈر لکھوا دیا کرتا تھا اور شام کو دوکاندار گھر پر سودا سلف دے جاتا اور رقم لے جایا کرتا تھا۔ بہرکیف ان دنوں کے انگلستان میں دیانت، امانت، خوش اخلاقی و باہمی ہمدردی کا تصور بہت اونچا تھا۔ بینک منیجروں اور G.P سے ذاتی دوستانہ تعلقات کا عام رواج تھا۔ بینکوں میں عام طور پر چیک بغیر تصدیق کے کیش ہو جایا کرتے تھے۔ بینکوں کا عملہ اپنے گاہکوں کو فرداً فرداً جانتا تھا اور باہمی اعتبار بہت زیادہ تھا۔

1959ء میں انگلستان کی مجلس عاملہ کے ممبران مندرجہ ذیل تھے:

محترم ڈاکٹر محمد نسیم صاحب بارایٹ لاء جج ہائی کورٹ الہ آباد...... جنرل سیکرٹری

محترم عبدالعزیز دین صاحب...... ویلفیئر سیکرٹری

محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب...... ممبر

محترم شمس الرحمٰن صاحب بنگالی بارایٹ لاء...... ممبر

محترم پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب...... ممبر

میرے انگلستان پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد علاوہ نائب امام ہونے کے مجھے سیکرٹری مجلس عاملہ بھی مقرر کر دیا گیا، فنانس سیکرٹری کے فرائض بھی میرے سپرد کر دئے گئے، نیز خدام الاحمدیہ کی نائب صدارت کے فرائض بھی مجھے ہی سرانجام دینے ہوتے تھے۔ فنانس کمیٹی کا سیکرٹری بھی بنا دیا گیا جس کے صدر امام صاحب اور ممبران محترم عبدالعزیز دین صاحب، محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور محترم پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب تھے۔

مشن ہاؤس کا ماہوار چندہ ان دنوں 20 سے 25 پاؤنڈز ہو جایا کرتا تھا۔ اس میں سے مشن ہاؤس کا بجٹ پورا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے جو کمی رہ جاتی تھی وہ مرکز کے حکم پر ایسٹ افریقہ سے پوری کی جاتی تھی۔ 61 میلروز روڈ کے تین فلیٹ کرایہ پر تھے۔ اس سے بھی 15 پاؤنڈز ہر ہفتہ کے کرایہ وصول ہو جایا کرتے تھے اور اس طرح مجموعی آمدنی ماہوار 80 پاؤنڈز کے قریب ہو جایا کرتی تھی۔

مسجد سے ملحقہ باغ کی کٹائی اور صفائی اور پھلدار درختوں کی نگہداشت ایک مشکل کام تھا۔ گارڈنر رکھنے کی توفیق نہ تھی اس لئے یہ کام عموماً وقارِعمل کے ذریعہ کروایا جاتا تھا۔ اکثر تو امام مکرم مولود احمد خان صاحب اور خاکسار ہفتہ میں ایک دو روز سارا دن یہ صفائی اور کٹائی کیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ لمبے عرصہ تک جاری رہا۔

مشن کے کاموں میں تعاون کے سلسلہ میں ایک نہایت مخلص دوست مکرم خواجہ رشیدالدین صاحب قمر تھے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب بھی بڑی تندہی سے خدمت دین میں مگن رہتے ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی خوبی اطاعت کے اعلیٰ ترین نمونہ پر فائز ہونا ہے اور نام و نمود و ذاتی شہرت سے قطعاً بیزار۔

1959ء میں جب میں لندن پہنچا تو اُن دنوں ووکنگ مسجد کے امام جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب تھے۔ مولانا صاحب میرے گاؤں سے چند میل کے فاصلہ پر واقع پیر پیائی کے رہنے والے تھے اور میرے والد صاحب سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ آپ ابتداء میں لاہور میں مسلم ماڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بعد میں آپ سول اینڈ ملٹری گزٹ اخبار کے ایڈیٹر رہے اور انجمن اشاعت اسلام کے رسالہ The Light کے بھی سالہا سال ایڈیٹر رہے۔

پاکستان سے چلتے وقت میرے والد صاحب نے مجھے فرمایا کہ انگلستان جا کر مولانا صاحب سے ضرور ملنا۔ وہ ایک نیک اور شریف انسان ہیں اور پختون روایات کے مطابق بہت مہمان نواز شخصیت ہیں۔ لندن پہنچنے کے چند ماہ بعد ایک دن مجھے اپنے محترم خالو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد کا خط ملا۔ جس میں مجھے ہدایت کی تھی کہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب سے ملوں اور حضرت قاضی صاحب کا خط انہیں پہنچاؤں۔ ساتھ ہی حضرت قاضی صاحب نے یہ ہدایت بھی کی تھی کہ میں پہلے اسے پڑھ لوں اور پھر جا کر مولانا صاحب کو دوں۔

حضرت قاضی صاحب نے جو خط مولانا محمد یعقوب خان صاحب کو لکھا تھا اس کا مفہوم کچھ یوں تھا۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا صاحب کو لکھا تھا کہ جب مولانا یعقوب خان صاحب اسلامیہ کالج پشاور کے طالب علم تھے تو حضرت قاضی صاحب باقاعدگی سے کالج کے طلباء کو تبلیغ کرنے کیلئے اس کالج میں جایا کرتے تھے ان کے زیر تبلیغ طلباء میں مولانا صاحب بھی تھے۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب پڑھنے کو کہا اور ہر ہفتہ کالج جا کر مولانا صاحب کے سوالات کے جوابات بھی دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا۔ بالآخر مولانا صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا صاحب کو یہ بھی لکھا کہ جب میں آپ کو تبلیغ کیا کرتا تھا تو میں نے کبھی بھی آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف محض ایک مجدّد کے نہیں کیا تھا بلکہ ہمیشہ انہیں ایک نبی کے طور پر پیش کرتا رہا اور جب مولانا محمد یعقوب صاحب نے بیعت کی تو بھی یہی سمجھ کر کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقام نبوت پر فائز ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا صاحب کو مزید لکھا کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ جب میں نے اپنا ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں بیعت کیلئے دیا تھا تو مجھے پختہ یقین تھا کہ میں اس زمانہ کے نبی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ رہا ہوں۔ حضرت قاضی صاحب نے مولانا صاحب کو لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک لمبے عرصہ تک نبی ماننے کے بعد آپ کیونکر مولوی محمد علی صاحب کی باتوں میں آ گئے اور راہ راست سے بھٹک گئے؟

مجھے جب یہ خط ملا تو میں نے مولانا صاحب کو فون کیا اپنا تعارف کرایا اور حضرت قاضی صاحب کے خط کا ذکر کیا، نیز اپنے والد صاحب کا سلام بھی دیا۔ مولانا میرے فون کرنے سے بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب کا خط تو آپ مجھے پوسٹ بھی کر سکتے ہیں لیکن میری خواہش ہے کہ میں آپ سے

ملاقات کروں۔ چنانچہ مولانا صاحب نے فون پر ہی مجھے اتوار کے دن لنچ کی دعوت دی۔ میں اتوار کے روز ووکنگ مسجد ومشن ہاؤس میں حاضر ہوا۔حضرت مولانا صاحب بہت تپاک سے ملے۔ میں نے جونہی مولانا صاحب کا چہرہ دیکھا میں حیران ہوا کہ یہ چہرہ تو ایک متقی انسان کا ہی ہوسکتا ہے۔خوبصورت قد و قامت، سفید داڑھی، سر پر بڑی قراقلی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ پہلے تو حضرت قاضی صاحب اور میرے والد صاحب کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر پرتکلف کھانے کی میز پر مولانا محمد طفیل صاحب بھی آکر شامل ہوگئے جو بعد میں لمبے عرصہ تک ووکنگ مسجد کے امام رہے اور اُن دنوں برلن مسجد کے امام تھے۔ گفتگو بہت دلچسپ اور علمی تھی۔ دورانِ گفتگو مولانا محمد طفیل صاحب نے کہا کہ آپ لوگوں نے خواہ مخواہ مرزا محمود احمد کو مصلح موعود بنا دیا ہے۔ آخر ان کے مصلح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ اس حدیث کو تو مانتے ہوں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خواب میں شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اور امید ہے یہ بھی مانتے ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صورت میں بھی خواب میں شیطان متمثل نہیں ہوسکتا۔ مولانا محمد طفیل نے کہا میں اس حدیث کو درست تسلیم کرتا ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ اب سنئے۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت میرزا محمود احمد صاحب کو مصلح موعود قرار دینے کے سلسلہ میں نہایت واضح اور شفاف خواب دیکھی ہے جو یہ ہے: ''میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں ہزاروں لوگ جمع ہیں۔ درمیان میں ایک چبوترا ہے۔اس پر بھی کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی انہی لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں۔ چبوترے کے عین وسط میں ایک کرسی پر حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ تشریف فرما ہیں۔ مجمع بالکل خاموش ہے۔ اتنے میں بڑے زور سے آواز آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آہستگی سے قدم اٹھاتے ہوئے چبوترے میں داخل ہونے کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ آپؑ کے ہاتھ میں عصا ہے اور آپؑ نے ایک لمبا جبہ پہن رکھا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چبوترے پر اس کرسی کے پاس آگئے جس پر حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ تشریف فرما تھے اور آپؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ تقریر شروع فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا میرے اس بیٹے محمود احمد کے بارے میں بعض لوگ غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ میں آج اس بات کو واضح کرتا ہوں کہ اس کا روحانی دنیا میں کیا مقام ہے۔ یہ کہہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعود اونچی آواز میں دہرانی شروع کی اور پیشگوئی میں ہر صفت کو بیان کر کے ہاتھ کے اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ صفت بھی میرے اس بیٹے میں موجود ہے۔ اس طرح آپ نے پوری پیشگوئی پڑھ دی اور بار بار ہاتھ کے اشارے سے پیشگوئی کو حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ پر منطبق فرمایا۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے جلال سے فرمایا: یاد رکھو محمود ایک مضبوط چٹان ہے۔ جو اس سے ٹکرائے گا وہ بھی پاش پاش ہوجائے گا اور جس سے یہ ٹکرائے گا وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے گئے۔''

خواب سنانے کے بعد میں نے مولانا محمد طفیل صاحب سے پوچھا کہ وہ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں۔ مولانا کہنے لگے کہ تمہارے لئے یہ اتمام حجت ہے میرے لئے نہیں۔ خواب تم نے دیکھی ہے میں نے نہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب اس دوران خاموشی سے ہماری گفتگو سنتے رہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اور مسجد شاہ جہاں میں دو نفل نماز کی ادائیگی کے بعد میں نے مولانا صاحب سے رخصت چاہی اور حضرت قاضی صاحب کے خط کے جواب کے بارہ میں دریافت کیا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ وہ مجھے بذریعہ پوسٹ حضرت قاضی صاحب کے خط کا جواب بھجوا دیں گے تاکہ میں اسے حضرت قاضی صاحب کو بھجوا سکوں۔

چند دن بعد مجھے مولانا محمد یعقوب صاحب کا خط ملا۔ جس میں حضرت قاضی صاحب کے نام پشتو زبان میں کھلا خط تھا۔ میں نے خط پڑھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے حضرت قاضی صاحب کو لکھا تھا کہ: آپ نے جو لکھا ہے وہ حرف بحرف درست ہے لیکن جس کشتی میں مَیں سوار ہوں وہ بہت دور نکل چکی ہے۔ میرے لئے دعا کریں۔

میں نے یہ خط حضرت قاضی صاحب کو بھجوا دیا۔

بعد میں حضرت مولانا صاحب سے میری بہت ملاقاتیں ہوئیں اور ہر ملاقات میں ان کو حضرت مصلح موعود کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ شخص اہل پیغام میں سے ہونے کے باوجود حضرت مصلح موعود کیلئے اپنے دل میں اس قدر احترام رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مولانا صاحب واپس پاکستان تشریف لے جانے سے قبل مجھے اور میری اہلیہ سلیمہ بیگم کو ملنے لندن مسجد فضل میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج میں نے ارادہ کیا ہے کہ سارا دن تمہارے ساتھ گزاروں۔ دن بھر خاکسار ان کی دلچسپ اور علمی گفتگو سے محظوظ ہوتا رہا۔

پاکستان تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو انہوں نے خط میں لکھا کہ میں بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کو بطور خاص مولانا محمد یعقوب صاحب سے بیعت فارم پر کرانے کیلئے لاہور بھیجا۔ مولانا صاحب نے بیعت فارم پر کر کے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے فرمایا کہ میری اس بیعت کی بطور خاص لندن میں بشیر احمد رفیق کو اطلاع کریں۔ میری اس بیعت میں اس کا بھی ہاتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے مجھے مبارکباد کا خط لکھا۔

اسی سال میں جلسہ سالانہ پر ربوہ حاضر ہوا تو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجھے طلب فرمایا۔ بہت تپاک سے ملے، ڈھیر ساری دعائیں دیں اور پھر ووکنگ مسجد کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ مسجد تو اب اہل پیغام کے ہاتھوں سے نکل کر غیر احمدی مسلمانوں کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ فرمانے لگے اچھا ہی ہوا۔ جس مسجد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام پر بیعت نہ لی جاسکتی ہو ایسی مسجد کو ان کی جماعت سے کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کو غریق رحمت کرے۔ بہت عالم فاضل اور متقی انسان تھے۔ دلکش شکل کے مالک اس شخص کا عمل بھی انتہائی خوبصورت تھا۔

# مفلح مومنین

(اقبال احمد نجم۔ استاذ الجامعۃ الاحمدیہ یوکے)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس لئے پیدا کیا ہے تا وہ اس کا عبد بنے اور اس کی صفات کا مظہر بن کر دنیا میں اس کی خلافت کرے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرے اور دنیا بھی اس کے ذریعہ سے اپنے ربّ کو پہچانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے مزکی النفس اور متقی انسان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۔ (المومنون آیت 2)۔ اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (البقرہ:6) یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دئے ہوئے سے دیتے ہیں باوجود خطرات النفس بلا سوچے گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں اور وہ ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں۔ اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقوی کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دئے۔

سو ہماری جماعت یہ غم کُل دنیاوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 35)

۞......اوّل: مفلح مومنین کے متعلق فرمایا الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومنون:3) یعنی وہ اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔

آواز اور آنکھ کے عجز کو ظاہر کرنے کے لئے از روئے لغت نہایا و مفردات خشوع کے معنے عاجزی کرنے کے ہوتے ہیں اور خَاشِعُون کا مطلب ہوگا عاجزی اور فروتنی اختیار کرنے والے پس خشیعت اس وقت پیدا ہوتی ہے اور عبادت اس وقت سنورتی ہے جبکہ ایک متقی کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے قبل اس کی ذات وصفات کا علم وادراک حاصل ہوا سے علیٰ وجہ البصیرت یہ بات مستحضر ہو کہ وہ کس عظیم ہستی کے سامنے کھڑا ہے ایک طرف اپنی حیثیت اور اپنے نفس کی پہچان ہو اور دوسری طرف اپنے ربّ اور اس کی صفات کا عرفان ہو تبھی اس کے دل میں وصالِ الٰہی کی تڑپ پیدا ہوگی جیسے ایک طفل شیر خوار شدّتِ بھوک سے ماں کی گود میں چیختا چلاتا ہے یہاں تک کہ دودھ ماں کی چھاتیوں میں اتر آتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جسے ہمارے پیارے آقا ﷺ ایک حدیث قدسی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں: وَمَنْ تقرب اِلَيَّ شبرا تقربت اليه ذراعا و من تقرب اِلَيَّ ذراعا تقربت اليه باعا و اذا اقبل اِلَيَّ يَمْشِيْ اقبلت اليه اهرول (مسلم کتاب التوبہ)

حدیث قدسی ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بھر قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور وہ جب ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں بازو بھر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑے ہوئے جاتا ہوں۔

یہ قربِ خداوندی نوافل کے ذریعہ اور سچی تڑپ اور سچے خشوع سے حاصل ہوتا ہے اور سچی خشیعت کے لئے علم کا کمال حاصل کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (الفاطر:29) یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو علماء ہیں......مومن کا کمال اور معراج یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے اور اسے حق الیقین کا وہ مقام حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے......اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَن كَانَ فِيْ هَـذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ أَعْمَى (بنی اسرائیل:73) جو آدمی اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا یعنی جس کو یہاں علم بصیرت اور معرفت نہیں دی گئی اسے وہاں کیا علم ملے گا؟ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والی آنکھ اسی دنیا سے لے جانی پڑتی ہے۔ جو آدمی یہاں ایسی آنکھ پیدا نہیں کرتا اسے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو آخرت کے دن دیکھ لے گا۔ لیکن جن لوگوں کو سچی معرفت اور بصیرت دی جاتی ہے اور وہ علم جس کا نتیجہ خشیۃ اللہ ہے عطا کیا جاتا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کو اس حدیث (عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ۔ مرتّب) میں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 349-348)

نیز آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس اُمّت میں بڑی بڑی استعدادیں رکھ دی ہیں یہاں تک کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ بھی حدیث میں آیا ہے اگرچہ محدثین کو اس پر جرح ہو مگر ہمارا نورِ قلب اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بغیر چون وچرا کے اِس کو تسلیم کرتے ہیں۔

(الحکم جلد 9 نمبر 10 مورخہ 24 مارچ 1905 صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں اور مردوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ (الاحزاب:36) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خشیعت اختیار کرنے والے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الَّذِيْنَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ ۔ (الاحزاب:40)

پہلے انبیا میں بھی یہ طریق جاری تھا کہ وہ اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے میں کبھی کسی سے ڈرتے نہیں تھے۔ بلکہ ان کے دل میں صرف خدا تعالیٰ کی خشیعت ہی ہوتی تھی نیز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا ہے جو اللہ کی آیات کے بدلہ تھوڑا مول نہیں لیتے اور بتایا ہے کہ وہ خٰشِعِيْنَ لِلّٰہِ ہیں یعنی ان کو یہ چیز اپنے تقوی کی وجہ سے حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ (المائدہ:4)۔ ان کفار سے نہیں بلکہ میرے سے ڈرو اور پھر اس کے بعد

اکمال شریعت کے انعام کا ذکر فرمایا ہے گویا خشیت کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام ہوتے ہیں۔

۞...... دوم۔اس کے بعد دوسری صفت **مفلح مومنین** کی یہ بتائی ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:4) کہ وہ لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس:11-10)۔کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور ہلاک ہوا۔ وہ شخص جس نے ایسا نہ کیا اور اپنے نفس کو بگاڑ لیا۔پس ہر وہ بات اور ماحول کے بداثرات جوانسان کوصراطِ مستقیم سے منحرف کر دیتے ہیں اور اس کا تزکیہ نہیں ہونے دیتے لغویات ہیں۔یہ سب ایسی روکیں ہوتی ہیں جن سے بچ کرنکل جانا چاہیےاور یہی وہ سب سے بڑا مجاہدہ ہے جوانسان کو ہر وقت درپیش ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ پیش خبری سنا دی: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستوں کی ضرور راہنمائی کر دیتے ہیں۔پس احکامات شریعت کی حکمتوں کو مدنظر رکھ کر کئے جانے والے مجاہدات کی طرف حضرت امام صادق مسیح الزمان ومہدیٔ دوراں علیہ السلام نے اپنی کتب میں جابجا نشاندہی فرمادی ہے اوران ٹھوکروں سے محفوظ رہنے کے طریق بتلا دئے ہیں جو شیطان نے انسان کو بھٹکانے کے لئے تیار کئے ہیں۔

درمیانِ قعرِ دریاتختہ بندم کردہ ای     بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

تُو نے مجھے دریا کے بیچ باندھ چھوڑا ہے اور یہ فرمادیا ہے کہ دیکھنا ہوشیار رہنا دامن اس میں تر نہیں ہونا چاہیے۔

پس عباد الرحمٰن کی بھی یہی خصوصیت ہے کہ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ (الفرقان:73) کہ وہ لغویات کے پاس سے بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:'' قمار بازی جو یورپ میں عام ہے اور سینما بینی جو گھر گھر کی جاتی ہے اور ناچ گانے جو یورپ کی گھٹی میں پڑی ہے اور سگریٹ نوشی جس میں منشیات کا استعمال شامل ہے اور بے کار گپیں ہانکنا بھی ہے''۔ان تمام مہلک لغویات کا ذکر فرمانے کے بعد آپ نے ان سے بچنا روحانی ترقی کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ (المدثر:46)۔سوال کرنے پر وہ کہیں گے ہمارے جہنم میں جانے کی یہ وجہ ہوئی کہ ہم بے حکمت گپیں مارنے والوں کیساتھ بے حکمت گپیں مارا کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اگر لوگوں کو دین کی فکر ہو اور انہیں معلوم ہو کہ اسلام آج کن مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے اور اس کی اشاعت کے لئے کتنی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے تو انہیں لغو کاموں اور لغویات کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے تو وہ بیٹھ کر گپیں مارنے نہیں لگ جاتا بلکہ دیوانہ وار دوڑتا اور آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔اسی طرح اگر مسلمان غور کریں اور ان کی روحانی آنکھ کھلی ہو تو انہیں معلوم ہو کہ آج کفر اور ایمان کی ایک بڑی بھاری جنگ لڑی جا رہی ہے۔شیطان اپنے تمام ہتھیاروں سمیت میدان میں اترا ہوا ہے اور رحمٰن خدا کا لشکر بھی کفر کی سرکوبی کے لئے کھڑا ہے۔اور دونوں لشکروں میں وہ آخری جنگ جاری ہے جس میں ابلیس کا سر ہمیشہ کے لئے کچلا جائے گا۔اگر ایسے نازک وقت میں انہوں نے لغویات کو ترک نہ کیا اور اپنے فرائض کو سمجھنے کی کوشش نہ کی تو ان سے زیادہ بدقسمت اَور کون ہوگا!''(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 590)

۞...... سوئم۔**مفلح مومنین** کی تیسری صفت یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (المومنون:5) یعنی وہ زکوٰۃ باقاعدہ دیتے ہیں۔

مالی قربانی بھی اسلام کے ارکان میں سے ایک ضروری رکن ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (النور:57)اور تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اس رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔نیز اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۔ (التوبہ:103)۔اے رسول ان کے اموال میں سے صدقہ لے تا تو ان کو پاک کرے اور ان کا تزکیہ کرے اور ان کے لئے دعا کرتا رہ۔یہاں پر انفاق فی سبیل اللہ یعنی صدقہ وخیرات کی وجہ تزکیہ اور طہارت کا حصول ہے اور آپ اور آپ کی اطاعت میں خلفائے کرام کی دعاؤں کا حصول ہے جن کے ذریعہ روحانی رفعتیں حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جس کی طرف قرآن کریم میں بارہا توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بیشک کماؤ مگر جو کچھ کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔......اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ تم جو کچھ مال کماتے ہو اس میں دوسرے لوگوں کا بھی حصہ ہے۔کیونکہ مال جن چیزوں سے کمایا جاتا ہے وہ ساری کی ساری ایسی ہیں جو کسی شخص کی خاص مِلک نہیں بلکہ ساری دنیا ان پر حق رکھتی ہے۔......خواہ کسی چیز کی تجارت سے اس نے روپیہ کمایا ہو اس میں ساری دنیا کا حصہ ہے۔اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس حصہ کو ادا کرے اور اگر وہ بغیر اس ٹیکس کو ادا کرنے کے روپیہ اپنے گھر میں لے جاتا ہے تو اسلام اسے قطعاً مومن کہنے کے لئے تیار نہیں۔''(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 340-339)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:275) جو لوگ اپنے مال رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ تو انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مومنین کا رات اور دن کو اور پوشیدہ خرچ کرنا پسند فرماتا ہے۔کسی ضرورت مند کو اس کی سفید پوشی کے خیال سے رات کو خفیہ طور پر دیا جائے تو اچھا ہے جیسے فرمایا کہ ایسے دیتے ہیں کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے دیئے ہوئے کا علم نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لاَ تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى (البقرہ:265)۔اپنے صدقات کو بعد میں احسان جتا کر یا تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کرو۔پس انفاق فی سبیل اللہ صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے

جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ایک نظام میں پرو دیا ہے۔

جماعت احمدیہ کے چندہ جات سب اعلانیہ ہیں۔ اس کے علاوہ سرًّا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔ مثلاً صلہ رحمی کے تقاضے ہیں یہاں تک کہ اپنے بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے۔ ان اخراجات کو سرًّا ہی کیا جاتا ہے۔ اور مقصد ان سب کا لابتغاء مرضاۃ اللہ ہے۔

۞...... چہارم۔ **مفلح مومنین کی ایک صفت یہ ہے کہ** وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ (المومنون:6) وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ پاکدامن رہنا تزکیہ نفس کے لئے لازمی امر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت 31 میں مومنوں کو غضِّ بصر اور حفاظتِ فروج کا حکم دیا۔ اور فرمایا ذَالِکَ اَزْکیٰ لَهُمْ۔ کہ یہ ان کے لئے پاکیزگی کا موجب ہوگا۔ اور اس طرح سورۃ النور کی آیت 32 میں مومنات کو غضِّ بصر کا اور حفاظتِ فروج کا اور اپنی زینت کو نہ ظاہر کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انسان پر لازم ہے کہ چشم خوابیدہ ہو تا کہ کسی غیر محرم کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے۔ کان بھی فروج میں داخل ہیں جو قصص اور فحش باتیں سن کر فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے عام طور پر فرمایا کہ تمام موریوں (سراخوں) کو محفوظ رکھو اور فضولیات سے بالکل بند رکھو ذَالِکَ اَزْکیٰ لَهُمْ۔ یہ مومنوں کے لئے بہت بہتر ہے اور یہ طریقِ تعلیم ایسی اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ جس کہ ہوتے ہوئے بدکاروں میں نہ ہوگے۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 88)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وہ رشتے بھی بتا دئے ہیں جو محرم کہلاتے ہیں اور یہ جو ملک یمین کا استثناء رکھا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس علمی مسئلہ کا بھی اب ہم اختصار سے جائزہ لیتے ہیں۔

## ملک یمین کا علمی مسئلہ

اسلام سے قبل غلامی تمدّن کا ایک لازمی حصہ تھی اور ہر ملک میں بہت سے لونڈیاں اور غلام پائے جاتے تھے۔ اس لئے اس مسئلہ کا حل قلم کی ایک جنبش سے تو ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لئے کئی طریقے اختیار کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو آنحضرت ﷺ کا اپنا نمونہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جب آپؐ نے شادی کی اور انہوں نے اپنی تمام دولت لا کر آپؐ کے قدموں میں رکھ دی تو ان میں غلام بھی تھے۔ آپؐ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ انہی میں حضرت زیدؓ بھی تھے جنہوں نے آپؐ کی غلامی میں رہنے کو ہزار آزادی پر مقدم کیا۔

مِلک یمین سے مراد ایسے جنگی قیدی ہیں جو خونریز جنگ کے بعد ہاتھ آئیں۔ چونکہ اسلام نے تو غلامی کو ختم کیا ہے اور اسلام کے نزدیک کسی انسان کو اُس کی آزادی سے محروم کر دینا ایک بڑا گناہ ہے بلکہ اسلام میں غلام خریدنا یا بیچنا بھی منع ہے۔ چنانچہ ایسا شخص جو کسی دوسرے کو غلام بناتا ہے خدا کا بھی گنہگار ہوتا ہے اور انسانوں کا بھی۔ (بخاری کتاب البیع)

لیکن غلامی جو اُس وقت کے معاشرتی اور تمدّنی نظام میں رائج تھی، اس کا قلع قمع کرنے کے لئے قرآن کریم نے درج ذیل مؤثر قوانین بنائے:

۱۔ جنگی قیدی صرف باقاعدہ جنگ کے بعد ہی پکڑے جاسکیں گے۔

۲۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ایسا نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ پھر ان کو احسان کر کے چھوڑ دیا جائے یا قیدیوں کے بدلہ میں چھوڑ دیا جائے۔ فرمایا: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔ (محمد:5)

۴۔ اور جو بدقسمتی سے ان دونوں ذرائع سے نہ فائدہ اٹھا سکیں تو وہ مکاتبت کرلیں۔ فرمایا: فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُم مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِيْ آتَاكُمْ (النور:34)۔ اگر ان میں بھلائی اور خیرخواہی دیکھو تو ان سے مکاتبت کر لو اس لئے تا کہ ان کی آزادی ممکن ہو جائے۔ اگر ضروری ہو تو اپنے پاس سے ان کو کچھ مال بھی دے دو۔

اب اگر ایک جنگی قیدی خاتون ایسی ہے کہ نہ تو وہ کسی جنگی قیدی کے بدلہ میں آزاد ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اس کا فدیہ ادا کر کے اسے آزاد کروا کے لے جاتا ہے اور نہ ہی وہ مکاتبت کرنا چاہتی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اسلامی حکومت میں قیام کرنا چاہتی ہے۔ مگر اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ ایک بن بیاہی خاتون اسلامی معاشرہ میں بن بیاہے زندگی گزارے۔ کیونکہ ایسا کرنا اسلامی معاشرہ کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ تو پھر اس کا ایک ہی حل ہے کہ وہ اپنے مالک سے جس کے حصہ میں وہ آئی ہے تعلق قائم کر لے۔ لیکن بغیر شادی کئے ان جنگی قیدی خواتین سے جنسی تعلقات کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں وہ شخص جس کے گھر میں ایک ایسی خاتون رہتی ہے وہ اس کو لکھائے پڑھائے اور آداب و اطوار سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے، اس سے شادی کر کے اور اسے سوسائٹی میں بہتر مقام دلوائے تو اس کے لئے بڑا ثواب ہے۔ (بخاری کتاب العلم)

آنحضرت ﷺ نے اپنی دو ازواج (یعنی حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ جو آپ کی ملکِ یمین تھیں) سے شادی کر لی۔ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ جن کو شاہِ مصر نے آپؐ کی خدمت میں بھیجا تھا اُن سے بھی شادی کی تھی۔ وہ سب آزاد بیویوں کی طرح رہتی تھیں۔ وہ پردہ کرتی تھیں اور امّہات المومنین میں شامل تھیں۔

لیکن اب چونکہ مذہبی جنگیں نہیں رہیں اس لئے جنگی قیدیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ملکِ یمین کا کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ آجکل بعض ممالک میں جو لونڈی اور غلام بنائے جاتے ہیں وہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہرگز جائز نہیں ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''داہنے ہاتھ مالک ہوئے، کی تشریح کے بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ بعض لوگ اس میں نوکرانیوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور بعض ان لونڈیوں کو بھی جو چھاپہ مار کر کسی کمزور قوم کے اندر سے زبردستی اغوا کر لی جاتی ہیں۔ اور پھر فروخت کر دی جاتی ہیں۔ اور بعض لوگ ان الفاظ کے یہ معنی لیتے ہیں کہ جو عورتیں جہاد میں حاصل ہوں وہ بغیر نکاح کے گھر میں رکھنی جائز ہیں۔ لیکن یہ سب معنی غلط ہیں۔ قرآن کریم میں اور احادیث میں نوکروں اور غلاموں کا الگ الگ ذکر ہے۔...... یعنی یونہی کسی قوم میں سے جو جنگ نہ کر رہی ہو قیدی پکڑنے جائز نہیں جیسا کہ سینکڑوں سالوں سے حجاز کے لوگ حبشہ سے غلام پکڑ لاتے ہیں یا جیسا کہ گزشتہ صدیوں میں عراق کے لوگ ایران یا روم سے یا یونان سے یا اٹلی کے جزیروں سے غلام پکڑ کر لے

آتے تھے۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 130)

۞......**پنجم۔ مفلح مومنین** کی ایک صفت یہ ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (المومنون:9) یعنی مومن اپنی امانتوں اور عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ یعنی جو امانت ان کے پاس رکھوائی جائے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو عہد ان سے کیا جائے اس کا خیال رکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں خود آنحضرت ﷺ کا نمونہ موجود ہے مکہ سے ہجرت فرما رہے تھے جانی دشمن آپ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا مگر آپ کو مکہ والوں کی امانتوں کی ادائیگی کا اتنا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑا اور اپنے بستر پر سلایا اور ارشاد فرمایا کہ مکہ والوں کی امانتوں کو واپس کر کے آجانا۔ زمانۂ جاہلیت میں کئے ہوئے عہد حلف الفضول کا بہت خیال رکھا اور ابوجہل جیسے دشمن سے ایک شخص کا حق لے کر دیا۔ پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر وفائے عہد کا کس قدر پاس کیا کہ ابوجندل کو جو کہ مکہ کے کافر سردار سہیل کا بیٹا تھا اور مسلمان ہو چکا تھا۔ آپ کے پاس دردناک حالت میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا پہنچا تو آپؐ نے اسے سمجھا کر واپس لوٹا دیا تا کہ شرائطِ صلح نہ ٹوٹیں اور ابوبصیرؓ جو دوڑتے ہوئے آپؐ کے پیچھے مدینہ تک پہنچ گئے آپؐ نے انہیں بھی معاہدہ کے مطابق مکہ واپس لوٹا دیا۔ اور اسی طرح ایک دفعہ ایک ایلچی آپؐ کے پاس کوئی پیغام لے کر آیا اور اسلام کی سچائی کا قائل ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا تم اپنی حکومت کی طرف سے ایک امتیازی عہدہ پر مامور ہو، تم اسی حالت میں واپس جاؤ اور وہاں جا کر اگر تمہارے دل میں اسلام کی محبت پھر بھی قائم رہے تو دوبارہ آ کر اسلام قبول کر لینا۔

(ابوداؤد باب الوفا بالعہد)

تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک جنگ کے موقع پر کفار نے عین جنگ کے دوران مسلمان فوج کے ایک حبشی غلام سے معاہدۂ امن کر لیا جب کمانڈر نے کہا کہ میرے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہاری فوج کے ایک سپاہی سے معاہدہ کر لیا ہے اور اس نے ہمیں بعض شرائط پر امن دے دیا ہے تو پھر یہ معاملہ خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ کے پاس پیش ہوا تو انہوں نے بھی اسے قبول فرما لیا اور انہوں اس عہد کی پاسداری کا بھی حکم جاری فرما دیا۔ (طبری جلد 5 صفحہ 2568)

اسی طرح لکھا ہے کہ خیبر کا محاصرہ ہوا تو ایک یہودی رئیس کا گلہ بان مسلمان ہو گیا وہ اب یہودیوں کے پاس جانے کو تیار نہیں تھا۔ مگر بکریاں جو اس کے پاس ایک امانت تھیں آپ نے اسے قلعہ کی طرف ہانک دینے کا حکم دیا تا کہ وہ اپنے مالک کے پاس پہنچ جائیں۔ جنگ کے دوران یہ ایک بہت بڑی امداد ثابت ہوسکتی تھی اور اس راشن کی وجہ سے محاصرہ طویل ہوسکتا تھا مگر آپ نے اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ (سیرۃ الحلبیہ 3 صفحہ 45)

اسی طرح گبن ایک مشہور عیسائی مؤرخ ہے جس نے روم کے حالات کے متعلق ایک تاریخی کتاب لکھی ہے۔ وہ ایک مسلمان بادشاہ کا ذکر کرتا ہے کہ 'ملک شاہ' جو 'الپ ارسلان' کا بیٹا تھا اور چھوٹی عمر کا تھا، اس کے باپ کی وفات پر اس کے بالمقابل اس کے چچا اور ایک چچازاد بھائی اور ایک سگے بھائی نے بادشاہت کا دعویٰ کر دیا۔ خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ نظام الدین طوسی جو ملک شاہ کے وزیر اعظم تھے اور شیعہ تھے، انہوں نے تجویز کیا کہ ملک شاہ ان کے ساتھ حضرت امام موسیٰ رضاؒ کے مزار پر جا کر دعا کرے تا کہ اسے کامیابی حاصل ہو۔ چنانچہ ملک شاہ مزار پر گیا اور اُس نے دعا کی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا دعا آپ نے کی ہے؟ تو اُس نے بتایا کہ میں نے یہ دعا کی ہے کہ "اے میرے ربّ! اگر میرا بھائی مسلمانوں پر حکومت کرنے پر زیادہ اہل ہے تو تُو اسے کامیابی بخش اور میری جان اور میرا تاج مجھ سے واپس لے لے اور اگر میں اس امانت کو زیادہ عمدگی سے ادا کرنے کے قابل ہوں تو پھر تُو مجھے کامیابی عطا فرما"۔ گبن اس واقعہ کے متعلق بے اختیار لکھتا ہے کہ اس مسلمان شہزادہ کے اس قول سے زیادہ پاکیزہ اور وسیع نظریہ تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنا ناممکن ہے اور عیسائیت کے بوڑھے بوڑھے بادشاہ بھی ایسے اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہ روح جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئی اس بات کا نتیجہ تھی کہ اسلام نے ان کے دماغوں میں بڑی سختی کے ساتھ یہ بات مرکوز کر دی تھی کہ حکومت بھی ایک امانت ہے اور تمہارا کام ہے کہ تم اس امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 134-131)

اسی طرح ایک اور بھی امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ودیعت فرمائی ہے اور ہر انسان کو اس سے عہدہ برآ ہونا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا یوں ذکر فرمایا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ (الاحزاب:73) یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا پر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے جبکہ انسان (یعنی انسانِ کامل) نے اسے اٹھا لیا یقیناً وہ اپنی ذات پر بہت ظلم کرنے والا اور عواقب سے بے نیاز تھا۔

جہاں اس آیت کریمہ سے انسانِ کامل یعنی آنحضرت ﷺ کی مدح ہے وہاں ہر انسان کی ذمہ داری کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ عبداللہ بنے اور تمام قویٰ اور استعدادیں جو اسے دی گئی ہیں انہیں احکاماتِ خداوندی کے مطابق استعمال کرے اور اس طرح سے ادائے امانت کرے۔

۞......**ششم۔ مفلح مومنین** کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ عَلٰى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المومنون:10) اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی ان کو یہ ضرورت نہیں پڑتی کہ نماز کے لئے انہیں کوئی توجہ دلائے بلکہ اُن کے دل میں خدا تعالیٰ کے عشق کی ایسی چنگاری لگ جاتی ہے کہ دن رات وہ اس آتشِ عشقِ الٰہی سے سوزاں اور گریاں رہتے ہیں اور ہر آن اپنے محبوب کے کوچہ کا طواف کرنا ہی ان کی راحتِ جان اور روح کا چین ہوتا ہے اور وہ اپنی نماز کو اس درجہ تک پہنچا چکے ہوتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ نے درجۂ احسان قرار دیا ہے یعنی یا تو وہ اپنے مولا کو ہر وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں اور یا ان کا مولا انہیں ہر وقت دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اُس کی نظروں میں ہوتے ہیں اور ان کے لئے خدا تعالیٰ کی جنتیں اور اس کا قرب و وصال بطور تحفہ موجود ہوتا ہے یقیناً وہ مفلح مومنین کے زُمرہ میں شامل ہوتے ہیں۔

---

رسالہ "انصارالدین" جولائی و اگست 2017ء کے شمارہ میں صفحہ 23 پر ایک مضمون بعنوان "نفسِ انسانی کی حرمت اور ہمارا فرض" شائع ہوا تھا لیکن مضمون نگار سہواً اپنا نام لکھنا بھول گئے تھے۔ یہ مضمون مکرم اقبال احمد نجم صاحب کا رقم کردہ تھا۔